یھودی ریاست

از قلم

بابائے صیہونیت

تھیوڈور ہرٹزلؒ

مترجم

سہیل طاہرؔ

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ بر ترجمۂ

"یہودی ریاست"

بقلم مترجم کتابِ ہٰذا

یہ سوال بارہا میرے حلقۂ فکر میں مجھ سے کیا گیا : "آخر یہ کتاب ہی کیوں ؟" وہ بھی ایک ایسے وقت میں جب اسرائیل کی جانب سے عالمِ اسلام کو ایسی دہشت گردی، جبر، اور خونریزی کا سامنا ہے جس کی نظیر ہمارے عہد میں مشکل سے ہی ملتی ہے۔ اور یہ سوال میں صرف دوسروں سے نہیں، خود اپنے آپ سے بھی کرتا ہوں۔ کیا ایک ایسی کتاب جو ایک متنازع تحریک کے بانی کے افکار پر مبنی ہے کو اردو میں منتقل کرنا کوئی دانشمندی ہے ؟ کیا یہ عمل ایک انتہاپسندانہ نظریے کو غیر ارادی طور پر قبول کرنا نہیں ؟

مگر میرے نزدیک اس سوال کا جواب شد و مد سے "نہیں" میں ہے۔

اس کتاب کو ترجمہ کرنے کی اصل وجہ اس کا وہ ٹھوس اور حوالہ جاتی مقام ہے، جسے نہ صرف صہیونی مؤرخین رد کرتے ہیں نہ ہی اسے اپنے اوپر الزام کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسی بنیادی دستاویز ہے، جو یہودی قومی تحریک (Zionism) کے فکری جوہر کی نمائندہ ہے۔ دنیا کی کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے انگریزی، فرانسیسی، روسی، حتیٰ کہ عبرانی میں بھی۔ کیا اردو زبان اس قدر محروم ہے کہ جس نظریے پر ہم تنقید کرتے ہیں، اس کی بنیادی دستاویز خود ہماری زبان میں موجود ہی نہ ہو؟ کیا ہم ہمیشہ دوسری زبانوں (مثلاً انگریزی) کے ذریعے فہمِ مخالف پر انحصار کرتے رہیں گے؟ یہ نہ صرف علمی محرومی ہے، بلکہ تنقیدی صلاحیت کی پسماندگی بھی۔

ترجمہ کے عمل کی داخلی کیفیات

ترجمے کا عمل بظاہر محض دو زبانوں کے بیچ ایک نقل کا عمل لگتا ہے اور اگر کوئی شخص دونوں زبانیں جانتا ہو، تو

اس میں بظاہر کوئی مشکل نہیں۔ مگر جب موضوع اس قدر نازک، نظریاتی طور پر حساس، اور اخلاقی حدود سے متصادم ہو تو مترجم کے لیے ہر سطر ایک امتحان بن جاتی ہے۔

مجھے دورانِ ترجمہ جو سب سے پہلی آزمائش پیش آئی، وہ نظریاتی اختلاف کی وہ گہری لکیر تھی جو میرے اور مصنف کے مابین حائل ہے۔ مگر میں نے عہد کیا کہ اس اختلاف کو ترجمے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دوں گا۔ میری پہلی ذمہ داری یہ تھی کہ ترجمہ غیر جانبدار ہو، اور تحریف و خیانت سے پاک ہو۔ میں نے مصنف کی کسی بات کو بگاڑنے، کمزور کرنے یا طنزیہ انداز میں منتقل کرنے کی ادنیٰ کوشش نہیں کی۔

میری دوسری کوشش یہ رہی کہ ہر زبان کا جو ایک خاص اسلوب، لَے، اور فصاحت کا پیمانہ ہوتا ہے، اس کی رعایت کرتے ہوئے سادگی کو ترجیح دوں۔ ترجمے میں اصل متن کے حجم کی مماثلت رکھی تاکہ اصل

تصنیف اور ترجمہ شدہ تحریر میں فرق واضح رہے، اور ترجمہ خود کو تحریر نہ جتائے۔

تیسری بات، میں کسی قسم کے "ماہر" ہونے کا دعویٰ نہیں رکھتا، مگر اس موضوع سے واقفیت ضرور رکھتا ہوں۔ اس لیے اگر کسی کو کسی سطر یا ترجمہ شدہ مفہوم پر اعتراض ہو، تو وہ براہِ کرم اصل جرمن متن کی روشنی میں، نجی طور پر، اصلاح پیش کرے نہ کہ انگریزی یا کسی تیسرے درجے کے ترجمے کو بنیاد بنا کر تنقید کی جائے۔ میرا مقصد نکھار ہے، نہ کہ بدصورتی کا دفاع۔

فکری اختلافات

میرا سب سے بڑا اختلاف تھیوڈور ہرٹزل سے اس بنیاد پر ہے کہ وہ یورپی یہودیوں کو ہی کل یہودی قوم سمجھتے ہیں، اور ان کے لیے ایک ایسا حل تجویز کرتے ہیں جو خالصتاً سیاسی جبر اور معاشی چالاکی پر مبنی ہے: زمینیں خریدنا، وہاں بستی بسانا، اور پھر اس کو بنیاد بنا کر شہریت اور حاکمیت کا دعویٰ کر دینا۔ یہ نظریہ صرف ایک

"ریئل اسٹیٹ" منصوبہ بندی نہیں بلکہ انصاف کے بنیادی اصولوں کے منافی ہے۔ کوئی بھی ملک ایسے منصوبے قبول نہیں کرتا کہ غیر ملکی آکر زمینیں خریدیں اور پھر سیاسی اقتدار کا دعویٰ کر دیں۔

دوسرا اختلاف اس کی اس نسل پرستانہ سوچ سے ہے کہ وہ دنیا کے تمام انسانی مسائل کا حل صرف ایک "نسل" کی بنیاد پر بنائی گئی ریاست میں تلاش کرتے ہیں۔ یہ تصور دراصل نازی ازم سے مختلف نہیں فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں جرمنوں کو کہیں جانا نہیں پڑا، جبکہ یہاں یہودیوں کو ہجرت کی دعوت دی گئی۔ گہرائی سے دیکھا جائے تو یہ وہی نسلی عصبیت ہے جو تاریخ کی متروکہ "بدی" ہے اور ہرٹزل کا اس کا احیا کرنا دراصل فکری قدامت پرستی ہے، نہ کہ جدیدیت۔

بالفرض یورپی یہودیوں کو کوئی "ریاست" درکار تھی تو اس کا مطالبہ ان کو یورپ میں کرنا چاہیے تھا نا کہ کوسوں دور فلسطین میں جیسے مسلمانانِ برصغیر نے ریاست کا

مطالبہ برصغیر میں رکھا نا کہ عرب میں۔

ذاتی محرک

میں نے یہ ترجمہ کسی داد و تحسین کے حصول کے لیے نہیں کیا۔ میری عادت ہے کہ اگر کوئی کتاب پڑھنی ہو تو کوشش کرتا ہوں کہ یا تو اصل زبان میں پڑھوں، یا پھر کوئی غیر جانبدار ترجمہ شدہ نقل ہو۔ میں یہ کیسے گوارا کر لیتا کہ اردو داں قارئین کو ایسی ایک مرکزی دستاویز سے محروم رکھا جائے؟ میرا ایمان ہے کہ ترجمہ صرف علمی عمل نہیں، بلکہ ایک ذمہ داری ہے اور اگر ہم اپنے فکری مخالف کو سننے کا ظرف نہیں رکھتے، تو پھر اس پر تنقید کا حق بھی کھو بیٹھتے ہیں۔

مصنف کی شخصیت: ایک تاریخی تناظر میں

تھیوڈور ہرٹزل، اصل نام: بنجامن زئیف ہرٹزل، جدید صہیونیت کا بانی اور "یہودی ریاست" (Der Judenstaat) کا مصنف تھا۔ وہ ۱۰ شوال ۱۲۷۶ ھ کو بوداپیسٹ، مملکت ہنگری میں پیدا ہوا، جو اس

آسٹریا|ہنگری سلطنت کا حصہ تھا۔ ان کی وفات ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ کو آسٹریا کے شہر ریچناؤ میں ہوئی۔
ہرٹزل نے آسٹریا کی یونیورسٹی آف ویانا سے قانون کی تعلیم حاصل کی اور کچھ عرصہ پیرس میں صحافی کے طور پر خدمات انجام دیں۔ مشہور ڈریفس مقدمے (DreyfusAffair) نے ان کی سوچ پر گہرا اثر چھوڑا، جس کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہودیوں کو یورپ میں مستقل تحفظ نہیں مل سکتا۔ اسی بنیاد پر انہوں نے ۱۳۱۳ھ میں جرمن زبان میں "یہودی ریاست" تصنیف کی۔ یہ کتاب صہیونی تحریک کا فکری و عملی اعلامیہ سمجھی جاتی ہے۔ ہرٹزل نے اگلے ہی برس پہلا صہیونی کانگریس سوئٹزرلینڈ کے شہر بازل میں منعقد کیا۔
ان کے الفاظ میں:
"آج میں نے یہودی ریاست کی بنیاد رکھ دی۔ لوگ اب شاید نہ سمجھیں، مگر پانچ سال بعد سب مانیں گے۔"
۱۳۶۷ھ میں اسرائیل کے ناجائز قیام کے بعد ہرٹزل کی

لاش کو ویانا سے یروشلم منتقل کر کے ہرتزل ہل (Har Herzl) پر دفن کیا گیا، جواب اسرائیل میں صہیونیت کی قومی یادگار ہے۔

اختتامیہ

یہ ترجمہ اردو قارئین کے لیے فکری مکالمے کا ایک در کھولتا ہے، تاریخی شعور کا، اور تنقیدی بصیرت کا۔ اگر ہم نے اس دروازے کو بند رکھا، تو ہم نہ صرف علمی پسماندگی کا شکار رہیں گے بلکہ اپنے مؤقف کو بھی دلیل سے پیش کرنے کی صلاحیت کھو دیں گے۔
میں نے حق دیانت کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ اب حق فہم، قاری کا ہے۔

سہیل طاہر

سیالکوٹ، ہفتہ، ۲۵ ذي الحجة ١٤٤٦ھ

صیہونیت کا تعارف

صیہونیت (Zionism) ایک جدید سیاسی نظریہ اور تحریک ہے، جو تیرھویں صدی کے آخری عشروں میں یورپ میں پیدا ہوئی۔ اس تحریک کا بنیادی دعویٰ یہ تھا کہ دنیا کے یہودی، خواہ وہ کسی بھی ملک یا قوم کے شہری ہوں، ایک واحد "قوم" ہیں، اور ان کے مسئلے کا واحد حل ایک علیحدہ قومی ریاست کا قیام ہے۔ اس ریاست کے لیے جس سرزمین کو چُنا گیا وہ فلسطین تھی، جسے بائبل میں "ارضِ موعود" یا "سرزمینِ مقدس" کہا گیا تھا۔

صیہونیت کا نام "صیّون" سے ماخوذ ہے، جو القدس کے قدیم عبرانی ناموں میں سے ایک ہے۔ یہ تحریک شروع میں مذہبی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک سیاسی و قوم پرستانہ منصوبہ تھی، جسے سب سے پہلے تھیوڈور ہرٹزل نے واضح سیاسی شکل دی۔ صیہونیت کی بنیاد اس مفروضے پر ہے کہ:

"یہودی، ایک الگ قوم ہیں، اور انہیں کسی دوسرے ملک، قوم، یا نظام کا حصہ بننے کے بجائے اپنا قومی وطن قائم کرنا چاہیے۔"

صیہونیت کا پہلا باقاعدہ مظہر ۱۳۱۴ھ میں سوئٹزرلینڈ کے شہر بازل میں ہوا، جہاں پہلا صیہونی کانگریس منعقد ہوا، اور ہرٹزل کو تحریک کا قائد تسلیم کیا گیا۔ اسی کانگریس میں درج ذیل اعلان کیا گیا:

"صیہونیت کا مقصد یہودی قوم کے لیے فلسطین میں ایک قانونی طور پر محفوظ وطن قائم کرنا ہے۔"

صیہونیت کی اقسام

صیہونیت کے کئی ذیلی رجحانات وقت کے ساتھ وجود میں آئے، جن میں نمایاں ترین درج ذیل ہیں:

۱۔ سیاسی صیہونیت: ہرٹزل کا نظریہ، جس میں ریاست کا قیام ہی مقصد تھا؛

۲۔ مذہبی صیہونیت: جس نے تورات کی پیشین گوئیوں کو بنیاد بنا کر فلسطین کی واپسی کو مذہبی فریضہ قرار دیا؛ اس

کی ذیلی قسم مسیحی صیہونیت بھی ہے جس میں ایک راسخ العقیدہ نصرانی صیہونیت کی حمایت صرف اس لئے کرتا ہے کہ اس کا ماننا ہے "ہیکل کی تعمیر کے بعد یسوعؑ واپس دنیا میں تشریف لے آئیں گے اور یہودیوں کو نصرانی کرلیں گے"۔ مذہبی صیہونیت خواہ یہودی ہو یا نصرانی دونوں خطرناک ہیں عالمی قانونی تسلیم شدہ حقوق پر ڈاکا ڈالنے کو مذہبی جواز مہیا کرتی ہیں۔

۳۔ عملی صیہونیت: جس نے زمین خریدنے، کالونیاں بسانے اور نقل مکانی کو ترجیح دی؛

۴۔ ثقافتی صیہونیت: جس نے عبرانی زبان اور یہودی روایات کی تجدید کو بنیاد بنایا؛

۵۔ انقلابی صیہونیت: جس میں عسکریت پسند گروہوں نے فلسطین میں قابض حکمت عملی اپنائی۔

تنقیدی زاویہ

صیہونیت کے خلاف سب سے بڑی تنقید یہ کی گئی کہ یہ ایک نسلی قوم پرستی کی جدید شکل ہے، جو دیگر اقوام،

مذاہب اور اقلیتوں کو نظرانداز یا پس پشت ڈالتی ہے۔
فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے بعد صیہونیت نے محض یہودی شناخت کو ترجیح دی، اور یہ عمل فلسطینیوں کی بے دخلی، جبر اور غلامی پر منتج ہوا۔

مزید برآں، صیہونیت نے یہودیت کو قومیت میں بدل دیا، جو دنیا بھر میں رہنے والے مختلف مزاج، ثقافت اور تاریخ رکھنے والے یہودیوں کے لیے بھی ایک پیچیدہ سوال بن گیا: کیا وہ محض مذہب سے وابستہ ہیں یا ایک نسلی|قومی شناخت رکھتے ہیں؟

مسلمان دنیا، خصوصاً فلسطینیوں، عربوں، اور غیر جانبدار مورخین نے صیہونیت کو ایک نوآبادیاتی نظریہ قرار دیا ہے جو یورپی استعمار کے زیراثر پروان چڑھا۔

یہودی ریاست

پیش لفظ

وہ نظریہ جو میں اس تحریر میں پیش کررہا ہوں، ایک قدیم تصور ہے۔ وہ "یہودی ریاست" کا قیام ہے۔

دنیا یہودیوں کے خلاف چیخ و پکار سے گونج رہی ہے، اور یہی وہ سوئی ہوئی سوچ کو بیدار کرتا ہے۔ میں کوئی نیا تصور پیش نہیں کررہا، یہ امر قارئین کو میری ہر بات کے سلسلے میں واضح طور پر ذہن نشین رکھنا چاہیے۔ نہ تو میں یہودیوں کے تاریخی حالات کا موجد ہوں اور نہ ہی ان کے حل کا۔ اس عمارت کے مادی اجزاء جو میں نقش کر رہا ہوں، عملاً موجود ہیں، ہاتھوں سے چھوئے جا سکتے ہیں؛ ہر کوئی خود اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا اگر یہودی مسئلہ کے حل کی اس کوشش کو ایک لفظ میں بیان کرنا ہو تو اسے "خواب" نہیں، بلکہ زیادہ سے زیادہ "لائحۂ عمل" کہا جا سکتا ہے۔

اپنے منصوبے کو افسانہ قرار دیے جانے کے خلاف مجھے سب سے پہلے دفاع کرنا ہوگا۔ دراصل میں سطحی مبصرین کو ایک احمقانہ حرکت سے بچا رہا ہوں جو وہ کر سکتے ہیں۔ انسانیت پسند افسانہ لکھنے میں کوئی شرم کی بات نہیں ہوتی۔ میں ادبی طور پر آسان کامیابی بھی حاصل کر سکتا تھا اگر میں ان قارئین کے لیے جو صرف تفریح چاہتے ہیں، اس منصوبے کو کسی ناول کی بے لاگ بیان کی شکل میں پیش کرتا۔ پر یہ ایسا پیارا افسانہ نہیں ہے جیسے تھامس مورسؔ سے پہلے اور بعد میں اکثر تخلیق کیا گیا۔ اور میرا خیال ہے کہ مختلف ممالک میں یہودیوں کی حالت اتنی سنگین ہے کہ رہنمائی کے لیے چمکدار باتیں غیر ضروری ہیں۔

اپنے منصوبے اور افسانے کے فرق کو واضح کرنے کے لیے، میں پچھلے برسوں کی ایک دلچسپ کتاب کا انتخاب کرتا ہوں: ڈاکٹر تھیوڈور ہرٹزکاؔ کی "Freiland"۔ یہ ایک عمدہ تخیلاتی تصور ہے جو ایک جدید، قومی معاشی

تعلیم یافتہ ذہن نے گھڑا ہے، اور اس کی زندگی سے دوری اُس خطِ استوا کے پہاڑ جیسی ہے جہاں یہ خوابوں کی ریاست واقع ہے۔ "Freiland" ایک پیچیدہ مشینری ہے جس کے کئی دانت اور پہیے ہیں جو ایک دوسرے سے جڑے ہیں؛ لیکن کوئی چیز مجھے یقین نہیں دلاتی کہ اسے چلایا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر میں فری لینڈ کی انجمنیں وجود میں آتی دیکھوں گا، تب بھی میں اسے مذاق سمجھوں گا۔

اس کے بر عکس، موجودہ منصوبہ عملاً موجود ایک محرک قوت کے استعمال پر مشتمل ہے۔ تعمیر ہونے والی مشین کے دانتوں اور پہیوں کی تفصیل میں صرف اشارہ کرتا ہوں، مکمل عاجزی کے ساتھ، اپنی نااہلی کا اعتراف کرتے ہوئے اور اس اعتماد پر کہ میرے جیسے میکینک سے بہتر میکینک موجود ہوں گے۔

اصل اہمیت تو قوتِ محرکہ کی ہے۔ اور وہ قوت کیا ہے؟

یہودی مصائب

کون اس بات کا انکار کر سکتا ہے کہ یہ عنصر موجود ہے؟
ہم اسے "یہود مخالف" کے اسباب پر مبنی باب میں زیر بحث لائیں گے۔

لوگ اس جدوجہد کی طاقت سے بھی واقف تھے جو پانی گرم کرنے سے چائے کے برتن میں پیدا ہوتی تھی اور ڈھکن اٹھا دیتی تھی۔ یہ "چائے کے برتن" کی سی ظاہری صورتیں صیہونی کوششیں اور یہود مخالف کے دفاع کے لیے بننے والی بہت سی دیگر انجمنیں ہیں۔

اب میں کہتا ہوں کہ یہی قوت، اگر صحیح طریقے سے استعمال کی جائے، ایک بڑی مشین کو چلانے، انسانوں اور سامان کی نقل و حمل کرنے کے لیے کافی طاقتور ہے۔ مشین کی ظاہری شکل جو بھی ہو۔

میں اپنے دل کی گہرائیوں سے یقین رکھتا ہوں کہ میں صحیح ہوں مجھے نہیں معلوم کہ اپنی زندگی میں کبھی میں اپنی حقانیت ثابت کر پاؤں گا۔ جو پہلے لوگ اس تحریک کا

آغاز کریں گے، وہ شاید اس کے فاتحانہ انجام کو نہ دیکھ سکیں۔ لیکن محض ابتدا کرنے سے ہی ان کے وجود میں ایک بلند عزتِ نفس اور اندرونی آزادی کا سُکھ داخل ہو جائے گا۔

اپنے منصوبے کو افسانے کا شبہ دلانے سے بچانے کے لیے، میں تفصیلات کی مصوری سے بھی احتیاط برتنا چاہتا ہوں۔ مجھے شک ہے کہ بے سود طنز میرے بنائے ہوئے خاکوں کو مسخ کر کے پورے منصوبے کو بے اثر کرنے کی کوشش کرے گا۔ ایک ذہین یہودی جسے میں نے یہ بات بتائی، کہنے لگا: "حقیقت کے طور پر پیش کردہ مستقبل کی تفصیل ہی افسانے کی شناخت ہے۔" یہ غلط ہے۔ ہر مالیاتی وزیر اپنے سرکاری میزانیہ میں مستقبل کے اعداد و شمار کے ساتھ حساب لگاتا ہے نہ صرف ان اعداد سے جو گزشتہ سالوں کے اوسط یا دوسرے ممالک کے گزشتہ آمدن سے اخذ کرتا ہے، بلکہ بے سابقہ اعداد سے بھی، مثلاً نیا محصول نافذ کرتے

وقت۔ یہ جاننے کے لیے کبھی میزانیہ دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کیا اس بنا پر کوئی مالیاتی بل کو افسانہ سمجھے گا، چاہے یہ جان لے کہ تخمینہ کبھی پوری طرح پورا نہیں ہو سکتا؟

مگر میں اپنے قارئین سے مزید مشکل مطالبات کرتا ہوں۔ میں ان تعلیم یافتہ افراد سے جن سے میں مخاطب ہوں، کئی پرانے تصورات کے بارے میں اپنی سوچ بدلنے اور نئے سرے سے سیکھنے کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اور خاص طور پر بہترین یہودیوں سے، جنہوں نے یہودی مسئلے کے حل کے لیے سرگرم کوششیں کی ہیں، میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ اپنی اب تک کی کوششوں کو ناکام اور غیر مؤثر سمجھیں۔

اس خیال کو پیش کرتے ہوئے مجھے ایک خطرے سے نمٹنا ہے۔ اگر میں مستقبل سے متعلق تمام باتوں کو محتاط انداز میں کہوں تو ایسا لگے گا کہ میں خود ان کے امکان پر یقین نہیں رکھتا۔ اگر اس کے برعکس میں ان کے عملی

ہونے کا بے لاگ اعلان کروں تو پھر سب کچھ محض ذہنی تخیل لگے گا۔

اس لیے میں واضح اور پختگی سے کہتا ہوں : میں اس کے عملی ہونے پر یقین رکھتا ہوں، اگرچہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے اس خیال کی حتمی شکل تلاش کر لی ہے۔ "یہودی ریاست" ایک عالمی ضرورت ہے، لہٰذا وہ وجود میں آئے گی۔

اگر کوئی ایک فرد اسے چلائے تو یہ ایک پاگل پن کی بات ہوگی لیکن اگر بہت سے یہودی بیک وقت اس پر عمل کریں تو یہ بالکل معقول ہے، اور عمل درآمد میں کوئی قابلِ ذکر دشواری پیش نہیں آئے گی۔ یہ خیال صرف اس کے حامیوں کی تعداد پر منحصر ہے۔ شاید ہمارے بیدار ہوتے نوجوان، جن کے لیے اب تمام راستے بند ہیں اور جن کے لیے "یہودی ریاست" میں عزت، آزادی اور خوشی کے دھوپ دار امکانات کھلتے ہیں، اس خیال کی ترویج کریں گے۔

میں خود اس تحریر کے شائع ہونے کے ساتھ ہی اپنا کام مکمل سمجھتا ہوں۔ میں صرف تب ہی بات کروں گا جب قابلِ توجہ مخالفین کے حملے مجھے مجبور کریں یا جب غیر متوقع اعتراضات کا جواب دینا ہو، غلطیوں کو دور کرنا ہو۔

کیا جو کچھ میں کہتا ہوں وہ آج بھی درست نہیں؟ کیا میں اپنے زمانے سے آگے ہوں؟ کیا یہودیوں کے مصائب ابھی کافی نہیں؟ ہم دیکھیں گے۔

لہٰذا یہ یہودیوں پر منحصر ہے کہ آیا یہ ریاستی تحریر عارضی طور پر صرف ایک ریاستی افسانہ رہے گی۔ اگر موجودہ نسل ابھی بھی بے حس ہے تو ایک دوسری، بلند تر، بہتر نسل آئے گی۔ یہودی جو چاہیں گے، اپنی ریاست رکھیں گے، اور وہ اس کے مستحق ہوں گے۔

آغاز

عملی زندگی کے بیچوں بیچ کام کرنے والے افراد کی معاشی بصیرت حیرت انگیز حد تک کم ہوتی ہے۔

صرف یہی وجہ ہے کہ کچھ یہودی بھی یہودی مخالفین کے نعرے کو ایمانداری سے دہراتے ہیں : ہم "میزبان قوموں" کے دم پر پلتے ہیں، اور اگر ہمارے ارد گرد کوئی "میزبان قوم" نہ ہو تو ہم بھوکے مر جائیں۔ یہ ان نکات میں سے ایک ہے جہاں ناحق الزامات کے باعث ہماری خود اعتمادی کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ "میزبان قوم" کا معاملہ حقیقت میں کیا ہے؟ جہاں تک یہ پرانی معاشی تنگ نظری پر مشتمل نہیں، یہ ایک بچگانہ غلط فہمی پر مبنی ہے کہ معیشت میں ہمیشہ وہی پرانی چیزیں گردش کرتی رہتی ہیں۔ ہمیں رِپ وان ونکل کی طرح برسوں کی نیند سے بیدار ہونے کی ضرورت نہیں کہ یہ جان سکیں کہ نئی اشیاء کے مسلسل وجود میں آنے سے دنیا بدل گئی ہے۔ ہمارے مالدار، تکنیکی ترقی سے بھرپور حیرت انگیز دور میں، ذہنی طور پر غریب ترین آدمی بھی اپنی چپکی ہوئی آنکھوں سے ارد گرد نئی اشیاء کو ابھرتے دیکھتا ہے۔ انہیں کاروباری جذبے نے تخلیق

کیا ہے۔
کاروباری جذبے کے بغیر محنت جامد اور پرانی ہوتی ہے؛ اس کی واضح مثال کسان کی ہے جو آج بھی اُسی جگہ کھڑا ہے جہاں اُس کا جدِامجد ہزار سال پہلے کھڑا تھا۔ تمام مادی خوشحالی کاروباری ذہن رکھنے والوں ہی نے پیدا کی ہے۔ ایسی معمولی بات لکھنے میں تقریباً شرم آتی ہے۔ چنانچہ اگر ہم صرف اور صرف کاروباری ہی ہوتے جیسا کہ احمقانہ مبالغہ آرائی دعویٰ کرتی ہے تب بھی ہمیں کسی "میزبان قوم" کی ضرورت نہ ہوتی۔ ہم پرانی اشیاء کے گردش پر منحصر نہیں، کیونکہ ہم نئی اشیاء پیدا کرتے ہیں۔
ہمارے پاس انتہائی طاقتور محنتی غلام ہیں جن کا ثقافتی دنیا میں ظہور دستکاری کے لیے مہلک مقابلہ ثابت ہوا: وہ مشینیں ہیں۔ البتہ مشینوں کو چلانے کے لیے مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے؛ لیکن ان ضروریات کے لیے ہمارے پاس کافی، بلکہ ضرورت سے زیادہ

لوگ ہیں۔ صرف وہی شخص جو مشرقی یورپ کے بہت سے علاقوں میں یہودیوں کی حالت سے ناواقف ہے، یہ کہنے کی جسارت کرے گا کہ یہودی دستکاری سے نااہل یا ناخوش ہیں پر میں اس تحریر میں یہودیوں کا دفاع نہیں کرنا چاہتا۔ یہ فضول ہوگا۔ معقول اور حتیٰ کہ جذباتی ہر قسم کی بات اس موضوع پر کہی جا چکی ہے۔ اب صرف سمجھ اور جذبات کے لیے مناسب دلائل ڈھونڈنا کافی نہیں؛ سامعین کو پہلے سمجھنے کے قابل ہونا چاہیے، ورنہ آپ صحرا میں وعظ کرنے والے ہیں۔ لیکن اگر سامعین پہلے ہی اتنا دور، اتنا بلند پہنچ چکے ہوں، تو پورا وعظ غیر ضروری ہے۔ میں انسانوں کے اخلاقی ارتقا میں مسلسل بلند درجوں پر چڑھنے پر یقین رکھتا ہوں؛ البتہ میں اسے ناامید کن حد تک سست سمجھتا ہوں۔ اگر ہم انتظار کرتے رہیں کہ اوسط درجے کے لوگوں کی سوچ بھی لیسنگ جیسی نرمی اختیار کر لے جب اُس نے "NathandenWeisen" لکھی تھی، تو اس

دوران ہماری، ہمارے بیٹوں، پوتوں، پڑپوتوں لی زندگی گزر سکتی ہے۔ تب ہماری مدد کو دنیا کی روح کسی دوسری جانب سے آتی ہے۔

یہ صدی ہمیں تکنیکی کامیابیوں کے ذریعے ایک عظیم نشاۃ ثانیہ لائی ہے۔ صرف انسانیت کے لیے یہ افسانوی ترقی ابھی استعمال نہیں ہوئی۔ زمین کی سطح کے فاصلے فتح ہو چکے ہیں، پھر بھی ہم تنگی کے مصائب میں گھسے ہیں۔ اب ہم تیز رفتار اور محفوظ بحری جہازوں پر سوار پہلے انجان سمندروں کو عبور کرتے ہیں۔ محفوظ ریلوے ہمیں اُن پہاڑی علاقوں تک لے جاتی ہیں جنہیں پہلے خوف کے ساتھ پیدل چڑھا جاتا تھا۔ جن ممالک کے واقعات یورپ کے یہودیوں کو گھیٹو میں بند کرتے وقت دریافت تک نہیں ہوئے تھے، وہ اگلے گھنٹے میں ہمیں معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے یہودی مصیبت قدیم دور کی باقیات ہے اور اس وجہ سے نہیں کہ سو سال پہلے بھی روشن خیالی کا دور تھا، جو حقیقتاً

صرف اعلیٰ ذہنوں کے لیے تھا۔

اب میرا خیال ہے کہ بجلی بالکل اس لیے ایجاد نہیں ہوئی کہ کچھ امیر اپنی نمائشی حویلیوں کو روشن کریں، بلکہ اس لیے کہ ہم اس کی روشنی میں انسانیت کے مسائل حل کریں۔ ایک مسئلہ، اور غیر اہم نہیں، "یہودی مسئلہ" ہے۔ اسے حل کر کے ہم نہ صرف اپنے لیے بلکہ بہت سی دوسری محنت کش اور مصیبت زدہ قوموں کے لیے بھی کام کرتے ہیں۔

یہودی مسئلہ موجود ہے۔ اس کا انکار کرنا حماقت ہوگی۔ یہ قرونِ وسطیٰ کا ایک التوا میں پڑا ہوا ٹکڑا ہے جس سے مہذب قومیں آج بھی پوری نیّت کے باوجود چھٹکارا نہیں پا سکیں۔ انہوں نے تو بڑی فراخدلی دکھائی جب ہمیں آزاد کیا۔ یہودی مسئلہ ہر جگہ موجود ہے جہاں کافی تعداد میں یہودی رہتے ہیں۔ جہاں یہ نہیں، وہاں ہجرت کرنے والے یہودی اسے درآمد کرتے ہیں۔ ہم قدرتی طور پر اُس طرف کھنچتے ہیں جہاں ہمارا تعاقب نہیں ہوتا؛

ہمارے ظہور سے ہی پھر تعاقب شروع ہو جاتا ہے۔
یہ سچ ہے، ہر جگہ سچ رہے گا، یہاں تک کہ انتہائی ترقی یافتہ ممالک میں بھی جیسے فرانس اس کی گواہی ہے جب تک کہ یہودی مسئلہ سیاسی طور پر حل نہیں ہوتا۔ غریب یہودی اب یہودی دشمنی کو انگلستان لے جا رہے ہیں، وہ اسے پہلے ہی امریکا لا چکے ہیں۔
میں یہود دشمنی کو، جو ایک کثیر الجہتی تحریک ہے، سمجھنے کا دعوٰی کرتا ہوں۔ میں اس تحریک کو یہودی ہونے کے باوجود، بغیر کسی نفرت یا خوف کے دیکھتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہودی دشمنی میں کیا ظالمانہ مذاق ہے، روٹی کا حسد ہے، موروثی تعصب ہے، مذہبی عدم رواداری ہے اور کیا اس میں فرضی دفاع بھی ہے۔ میں یہودی مسئلے کو نہ تو سماجی سمجھتا ہوں اور نہ ہی مذہبی، چاہے یہ کتنی ہی رنگ بدلے۔ یہ ایک قومی سوال ہے، اور اسے حل کرنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے اسے ایک سیاسی عالمی مسئلہ بنانا ہوگا جو مہذب اقوام کی

کی مجلس میں طے ہو گا۔

ہم ایک قوم ہیں، ایک قوم۔

ہم نے ہر جگہ ایمانداری سے کوشش کی کہ اپنے گرد کی قومی برادریوں میں گم ہو جائیں اور صرف اپنے آباؤاجداد کا ایمان برقرار رکھیں۔ لوگ اس کی اجازت نہیں دیتے۔ بے فائدہ ہم وفادار اور کئی مقامات پر حد سے زیادہ محب وطن ہیں، بے فائدہ ہم اپنے ہم وطنوں کی طرح مال و خون کی قربانیاں دیتے ہیں، بے فائدہ ہم کوشش کرتے ہیں کہ اپنے آبائی وطنوں کے شہرہ کو فنون و علوم میں، ان کی دولت کو تجارت و نقل و حمل سے بڑھائیں۔ اپنے آبائی وطنوں میں، جہاں ہم صدیوں سے رہ رہے ہیں، ہمیں غیر ملکی کہہ کر پکارا جاتا ہے؛ اکثر اُن لوگوں کی طرف سے جن کے خاندان اس سرزمین پر تب تک موجود نہیں تھے جب ہمارے باپ دادا یہاں کراہ رہے تھے۔ ملک میں غیر ملکی کون ہے، یہ اکثریت طے کر سکتی ہے؛ یہ بھی طاقت کا

معاملہ ہے جیسے بین الاقوامی تعلقات میں ہر چیز ہوتی ہے۔ میں اپنے مقدس حقوق میں سے کچھ بھی قربان نہیں کر رہا جب میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بہر صورت انفرادی افراد کی بے اختیار بات ہے۔ دنیا کی موجودہ حالت میں اور شاید ابھی طویل عرصے تک، حق سے پہلے طاقت کا دخل ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم بے فائدہ ہر جگہ فرض شناس محب وطن ہیں، جیسے ہیوگینوٹؔ تھے جنہیں جبراً ہجرت کرنی پڑی۔ اگر ہمیں چین سے رہنے دیا جاتا۔۔۔

مگر میرا خیال ہے کہ ہمیں چین سے نہیں رہنے دیا جائے گا۔ دباؤ اور ظلم و ستم سے ہم ختم نہیں ہو سکتے۔ تاریخ کی کوئی قوم ہماری طرح جدوجہد اور مصائب نہیں جھیل سکی۔ یہودیوں کے شکار نے ہمیشہ صرف ہمارے کمزوروں کو ہی مرتد بنایا ہے۔ جب ظلم و ستم پھوٹ پڑتے ہیں، مضبوط یہودی اکڑ کر اپنی قوم کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ یہ بات یہودیوں کی آزادی کے فوراً بعد کے دور میں واضح طور پر دیکھی جا سکتی تھی۔ ذہنی اور

مادی طور پر اعلیٰ یہودیوں میں باہمی ربط کا احساس مکمل طور پر غائب ہو گیا تھا۔ سیاسی خوشحالی کی کچھ دیرپائی کی صورت میں ہم ہر جگہ ہم آہنگ ہو جاتے ہیں؛ میرا خیال ہے کہ یہ قابلِ مذمت نہیں۔ وہ سیاستدان جو اپنی قوم میں یہودی نسلی عنصر شامل کرنا چاہتا ہو، اسے لازماً ہماری سیاسی خوشحالی کو پائیدار بنانا ہو گا اور خود بسمارکؔ بھی ایسا نہ کر سکے۔

کیونکہ قوموں کے اجتماعی شعور کی گہرائیوں میں یہودیوں کے خلاف پرانے تعصبات جڑ پکڑے ہوئے ہیں۔ جو شخص اس کا اندازہ لگانا چاہے، اُسے صرف وہیں کان لگانا کافی ہے جہاں عام لوگ سادہ اور براہِ راست گفتگو کرتے ہیں لوک کہانیاں اور کہاوتیں یہ سب یہود مخالف ہیں۔ عوام ہر جگہ ایک بڑا بچہ ہوتے ہیں یقیناً ان کی تربیت ممکن ہے، لیکن یہ تربیت اگر انتہائی کامیاب بھی ہو، تو بھی اتنا طویل وقت لے گی کہ اس سے پہلے ہمیں جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، کوئی اور حل اختیار

کرنا ہوگا۔

انضمام کا مطلب مَیں محض لباس، رہن سہن، رسم و رواج یا زبان میں مشابہت نہیں لیتا بلکہ طبعیت اور ذہنیت میں مکمل یکسانیت کو مراد لیتا ہوں۔ یہودیوں کا معاشرے میں اس طرح ضم ہو جانا صرف بین النسل شادی کے ذریعے ممکن ہے اور وہ بھی اُس وقت جب اکثریت خود اس کو ایک ضرورت سمجھے۔

یہ کسی قانون سازی سے ممکن نہیں جیسے کہ حالیہ ہنگریؔ کے لبرل جو اسے قانونی طور پر ممکن بنا چکے ہیں، لیکن وہ ایک بنیادی غلط فہمی کا شکار ہیں اور اس طرح کے نظریاتی طور پر قائم کیے گئے رشتے کی حقیقت ایک ہی واقعے سے خوب واضح ہوئی ایک مسیحی مذہب اختیار کرنے والا یہودی ایک یہودی خاتون سے شادی کرتا ہے۔ مگر شادی کی اس موجودہ شکل پر جو کشمکش ہوئی، اس نے ہنگریؔ میں یہود و نصاریٰ کے درمیان فرق کو مزید گہرا کر دیا، اور نسلی آمیزش کو فائدے کی بجائے

نقصان پہنچایا۔
جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ یہودی نسل کا خاتمہ
نسلی آمیزش کے ذریعے ہو وہ بھی صرف ایک ہی
راستہ دیکھ سکتے ہیں یہودیوں کو اتنی معاشی طاقت حاصل
کرنی ہوگی کہ وہ سماجی تعصبات کو ختم کر سکیں۔
اس کی مثال اشرافیہ ہے جہاں یہود و غیر یہود کے رشتے
سب سے زیادہ عام ہیں۔ قدیم اشرافیہ، یہودیوں کی
دولت کے ذریعے خود کو پھر سے سنوارتی ہے، اور
یہودی خاندان اسی میں ضم ہو جاتے ہیں۔
مگر یہی صورت حال اگر متوسط طبقے میں ہو، جہاں کہ
یہودی مسئلہ سب سے زیادہ شدت سے موجود ہے تو
وہاں یہ پہلے سے ہی یہودیوں کی مکمل اقتصادی حکمرانی
کے مترادف ہوگا، اور ویسے بھی یہ الزام پہلے سے
موجود ہے۔

اور اگر موجودہ یہودی طاقت بھی اتنے غصے اور چیخ و پکار
کا باعث بن رہی ہے، تو مزید طاقت مل جانے کے بعد

کے رد عمل کی شدت کا اندازہ لگانا آسان ہے۔ یہ ضم ہونے کی منزل کبھی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ تو اس کا مطلب ہوگا کہ حالیہ ماضی میں ذلیل سمجھی جانے والی اقلیت ایک اکثریت پر حاوی ہو جائے، جب کہ اس کے پاس نہ جنگی طاقت ہے، نہ حکومتی اختیارات۔ اسی لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہودیوں کا معاشرے میں مکمل طور پر ضم ہو جانا، چاہے کامیابی کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو، ناممکن ہے۔

جہاں آج یہود دشمنی موجود ہے، وہاں میرے موقف سے اتفاق کیا جائے گا۔ مگر جہاں آج یہودی امن سے جی رہے ہیں، وہاں میرے ہم قوم افراد ہی شاید میرے دعوے کو سختی سے رد کریں گے۔

مگر وہ اس وقت تک میرا یقین نہیں کریں گے جب تک کہ انہیں دوبارہ کوئی یہود دشمن لہر نہیں آتی اور جتنی دیر تک یہ یہود دشمنی انتظار کراتی ہے، اتنی ہی شدت سے وہ ایک دن پھٹے گی۔ کیونکہ نئی جگہوں پر نقل مکانی

کرنے والے یہودی اور مقامی یہودیوں کی ترقی پسندانہ تحریک یہ دونوں مل کر ایک زبردست انقلاب کو جنم دیں گے اوراس منطقی نتیجے سے زیادہ آسان کچھ نہیں۔ لیکن یہ کہ میں بے فکری سے صرف سچ کی پیروی کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچا ہوں، میرے خیال میں اس سے میری مخالفت ہوگی، خاص طور پر ان یہودیوں کی دشمنی جو سازگار حالات میں رہتے ہیں۔ جہاں تک یہ صرف ذاتی مفادات کا معاملہ ہے جن کے حاملین تنگ نظری یا بزدلی سے خطرہ محسوس کرتے ہیں، تو ان پر ہنس کر نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ غریبوں اور مظلوموں کا معاملہ زیادہ اہم ہے۔ تاہم میں شروع سے ہی غلط تصورات پیدا نہیں ہونے دینا چاہتا: خاص طور پر یہ کہ اگر کبھی یہ منصوبہ عملی ہوا تو دولت مند یہودیوں کے مال و دولت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لیے میں ملکیت کے حقوق کی تفصیل سے وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر یہ پورا خیال صرف ادب تک ہی محدود رہا تو پھر سب کچھ

ویسا ہی رہے گا۔ زیادہ سنگین اعتراض یہ ہوگا کہ مَیں یہودی مخالفین کی مدد کر رہا ہوں جب مَیں ہمیں ایک قوم، ایک قوم کہتا ہوں، کہ مَیں یہودیوں کے انضمام کو، جہاں وہ ہو رہا ہے، رکاوٹ بن رہا ہوں اور جہاں ہو چکا ہے، اسے بعد میں خطرے میں ڈال رہا ہوں بقدرِ امکان جتنا ایک تنہا مصنف روک یا خطرہ پیدا کر سکتا ہے۔

یہ اعتراض خاص طور پر فرانس میں سامنے آئے گا۔ میں اس کی توقع دوسرے مقامات پر بھی کرتا ہوں، لیکن میں صرف فرانسیسی یہودیوں کو پیشگی جواب دینا چاہتا ہوں کیونکہ وہ سب سے مضبوط مثال پیش کرتے ہیں۔

میں جتنا بھی شخصیت کی عظمت کا احترام کرتا ہوں سیاستدان، موجد، فنکار، فلسفی یا جرنیل کی مضبوط انفرادی شخصیت ہو یا انسانی گروہ کی اجتماعی شخصیت جسے ہم قوم کہتے ہیں میں جتنا بھی شخصیت کی قدر کرتا ہوں، اس کے زوال پر افسوس نہیں کرتا۔ جو زوال پذیر ہو سکتا ہے، چاہتا ہے اور ہونا چاہیے، اسے زوال پذیر

ہونا چاہیے۔ لیکن یہودیوں کا قومی تشخص زوال پذیر نہیں ہو سکتا، نہیں چاہتا، اور نہیں ہونا چاہیے۔ وہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ بیرونی دشمن اسے متحد رکھتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتا، اس نے دو ہزار سال کے خوفناک مصائب میں یہ ثابت کیا ہے۔ اسے نہیں ہونا چاہیے، میں اس تحریر میں بہت سے دوسرے یہودیوں کی طرح جو امید نہیں چھوڑتے، اس میں اضافہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہودیت کی پوری شاخیں مر سکتی ہیں، گر سکتی ہیں؛ لیکن درخت زندہ رہتا ہے۔

اگر تمام یا کچھ فرانسیسی یہودی اس منصوبے کے خلاف احتجاج کریں کہ وہ پہلے ہی "ضم" ہو چکے ہیں، تو میرا جواب سادہ ہے: پورا معاملہ ان سے متعلق نہیں۔ وہ اسرائیلی فرانسیسی ہیں، بہترین! یہ تاہم یہودیوں کا داخلی معاملہ ہے۔

اب درحقیقت ریاست سازی کی وہ تحریک جو میں تجویز کرتا ہوں، یہودی فرانسیسیوں کو بھی اتنا ہی کم نقصان

پہنچائے گی جتنا دوسرے ممالک کے "ضم شدہ" یہودیوں کو۔ بلکہ الٹا انہیں فائدہ ہوگا، فائدہ! کیونکہ ڈارون کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے، وہ اپنی "رنگینی صلاحیت" میں مزید مخل نہ ہوں گے۔ وہ پرسکون طریقے سے ضم ہو سکتے ہیں کیونکہ موجودہ یہودی دشمنی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ لوگ ان پر یقین بھی کریں گے کہ وہ اپنی روح کی گہرائیوں تک ضم ہو چکے ہیں، جب نئی یہودی رعیت اپنے بہتر انتظامات کے ساتھ حقیقت بن جائے گی اور وہ اب بھی وہیں رہیں گے جہاں اب رہتے ہیں۔

مسیحی شہریوں سے بھی زیادہ فائدہ "ضم شدہ" یہودیوں کو اپنے قبیلے کے بکھرے ہوئے یہودیوں کے انخلا سے ہوگا۔ کیونکہ "ضم شدہ" یہودی یہودی پرولتاریہ کے پریشان کن، غیر متوقع، ناگزیر مقابلے سے چھٹکارا پا جائیں گے جو سیاسی دباؤ اور معاشی تنگی کے باعث جگہ جگہ، ملک ملک پھینکا جاتا ہے۔ یہ متحرک پرولتاریہ

مستقل بنیادوں پر ٹھہر جائے گا۔ اب کچھ مسیحی شہری جنہیں یہودی مخالف کہا جاتا ہے غیر ملکی یہودیوں کی آمد کے خلاف مزاحمت کر سکتے ہیں۔ یہودی شہری ایسا نہیں کر سکتے، حالانکہ وہ زیادہ سخت متاثر ہوتے ہیں؛ کیونکہ سب سے پہلے ان پر اسی طرح کے معاشی افراد کا مقابلے کا دباؤ ہوتا ہے، جو مزید یہودی دشمنی درآمد کرتے ہیں یا موجودہ کو تیز کرتے ہیں۔ یہ "ضم شدہ" یہودیوں کا ایک پوشیدہ دکھ ہے جو "فلاحی" اداروں میں راہ پاتا ہے۔ وہ آنے والے یہودیوں کے لیے ہجرتی انجمنیں قائم کرتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں ایک تضاد ہے جسے مضحکہ خیز سمجھا جا سکتا اگر معاملہ مصیبت زدہ لوگوں کا نہ ہوتا۔ ان امدادی انجمنوں میں سے کچھ مظلوم یہودیوں کے لیے نہیں، بلکہ ان کے خلاف ہوتی ہیں؛ غریب ترین لوگوں کو جلد از جلد، جتنا دور ہو سکے بھیج دیا جائے۔ اور اس طرح غور سے دیکھنے پر پتہ چلتا ہے کہ کئی بظاہر یہودی دوست در حقیقت خیراتی کارکن

کے بھیس میں یہودی نسل کا یہودی مخالف ہوتا ہے۔
مگر خود وہ نوآبادکاری کی کوششیں جو حقیقی نیک نیتی سے
کی گئیں، اب تک کامیاب نہیں ہوئیں، حالانکہ وہ
دلچسپ تجربات تھے۔ میرا خیال نہیں کہ کسی خاص
معاملے میں محض تفریح مقصود تھی؛ کہ فلاں یا فلاں
غریب یہودی کو اِدھر اُدھر بھٹکایا گیا جیسے گھوڑوں کو
دوڑایا جاتا ہے۔ اس معاملے کی سنگینی اور المنا کی اس
سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ کوششیں اس لحاظ سے دلچسپ
تھیں کہ انہوں نے چھوٹے پیمانے پر "یہودی ریاست"
کے خیال کے عملی پیش رو کا کام دیا۔ اور یہاں تک کہ
مفید بھی تھیں اس اعتبار سے کہ ان میں غلطیاں ہوئیں
جن سے بڑے پیمانے پر عمل درآمد کے وقت سبق لیا
جا سکتا ہے۔ البتہ ان کوششوں سے نقصان بھی پہنچا۔
نئے علاقوں میں یہودی دشمنی کی درآمد، جو ایسے مصنوعی
نفوذ کا ناگزیر نتیجہ ہے، میں ابھی تک سب سے کم تر
نقصان سمجھتا ہوں۔ اس سے بھی بدتر یہ ہے کہ ناکافی

نتائج نے خود یہودیوں میں یہودی انسانی مواد کی کارآمدیت پر شکوک پیدا کیے۔ لیکن سمجھدار لوگوں کے ذہن میں یہ شکوک درج ذیل سادہ دلیل سے دور ہو جائیں گے: جو چیز چھوٹے پیمانے پر نامناسب یا ناقابلِ عمل ہے، وہ ضروری نہیں کہ بڑے پیمانے پر بھی ویسی ہی ہو۔ ایک چھوٹا کاروبار اُنہی حالات میں نقصان دے سکتا ہے جن میں ایک بڑا کاروبار منافع بخش ہو۔ ایک چھوٹی ندی تو کشتیوں کے لیے بھی قابلِ عبور نہیں ہوتی؛ لیکن جس دریا میں وہ گرتی ہے، وہ مضبوط لوہے کے جہاز اٹھاتا ہے۔

کوئی شخص اتنا طاقتور یا امیر نہیں کہ ایک قوم کو ایک رہائش گاہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکے۔ یہ کام صرف ایک "نظریہ" کر سکتا ہے۔ ریاستی نظریہ میں یقیناً ایسی طاقت ہے۔ یہودیوں نے اپنی پوری تاریک راتِ تاریخ میں یہ شاہی خواب دیکھنا بند نہیں کیا: "اگلے سال یروشلم میں!" ہمارا قدیم قول ہے۔ اب بات یہ

ہے کہ یہ دکھایا جائے کہ خواب سے صاف سوچ بن سکتی ہے۔

اس کے لیے سب سے پہلے دلوں سے کئی پرانی، متروک، الجھی ہوئی، محدود سوچوں کو شفاف لوح بنانا ہوگا۔ لہٰذا پہلے کم عقل ذہن میرا ماننا ہے سوچیں گے کہ ہجرت ثقافت سے نکل کر صحرا کی طرف جانا ہوگا۔ ایسا نہیں! ہجرت ثقافت کے دل میں ہوگی۔ آپ نچلے درجے پر واپس نہیں جاتے، بلکہ اونچے درجے پر چڑھتے ہیں۔ آپ مٹی کے جھونپڑے نہیں لیتے، بلکہ خوبصورت، جدید گھر لیتے ہیں جو آپ خود بناتے ہیں اور بلا خوف ملکیت رکھتے ہیں۔ آپ اپنا کمایا ہوا مال نہیں کھوتے، بلکہ اسے استعمال کرتے ہیں۔ آپ اپنا حق صرف بہتر حق کے بدلے چھوڑتے ہیں۔ آپ اپنی پیاری عادات سے جدا نہیں ہوتے، بلکہ انہیں دوبارہ پاتے ہیں۔ آپ پرانا گھر اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک نیا مکمل نہ ہو جائے۔

ہمیشہ صرف وہی لوگ ہجرت کرتے ہیں جو اپنی حالت بہتر کرنے کے یقین رکھتے ہیں۔ پہلے مایوس، پھر غریب، پھر خوشحال، پھر امیر۔ پہلے جانے والے اونچی پرت میں چڑھ جاتے ہیں، یہاں تک کہ یہ آخری پرت اپنے لوگوں کو پیچھے بلاتی ہے۔ ہجرت ایک ساتھ ابھرتی ہوئی طبقاتی تحریک بھی ہے۔

اور یہودیوں کے کوچ کر جانے کے پیچھے کوئی معاشی خلل، کوئی بحران اور ظلم نہیں، بلکہ چھوڑے ہوئے ممالک کے لیے خوشحالی کا دور شروع ہوتا ہے۔ عیسائی شہریوں کی اندرونی ہجرت یہودیوں کے چھوڑے ہوئے مقامات پر آ بسے گی۔ یہ انخلا بتدریج ہوگا، بغیر کسی ہلچل کے، اور اس کا آغاز ہی یہودی دشمنی کا خاتمہ ہے۔ یہودی محترم دوستوں کی حیثیت سے رخصت ہوں گے، اور اگر کوئی فرد واپس آئے گا تو مہذب ممالک میں اسے دوسرے غیر ملکی شہریوں کی طرح خیر مقدم کیا جائے گا۔ یہ ہجرت کوئی فرار نہیں بلکہ

عوامی رائے کے قابو میں ایک منظم عمل ہوگا۔ یہ تحریک نہ صرف مکمل قانونی ذرائع سے شروع کی جا سکتی ہے، بلکہ اسے عملی جامہ صرف متعلقہ حکومتوں کے دوستانہ تعاون سے ہی پہنایا جا سکتا ہے جنہیں اس سے بنیادی فوائد حاصل ہوں گے۔

خالص خیال اور اس کی عملی قوت کے لیے ایسے ضامن درکار ہیں جو صرف "اخلاقی" یا "قانونی" شخصیات میں پائے جاتے ہیں۔ میں ان دونوں اصطلاحات کو جو قانونی زبان میں اکثر خلط ملط ہوتی ہیں، الگ الگ کروں گا۔ اخلاقی شخصیت (جو نجی ملکیت کے دائرے سے باہر حقوق کی حامل ہو) کے طور پر میں "یہودی معاشرہ" قائم کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ "انجمنِ یہود" کی قانونی شخصیت موجود ہوگی جو ایک اقتصادی ادارہ ہوگا۔

کوئی انفرادی شخص جو ایسے عظیم الشان کام کا ارادہ ظاہر کرے، دھوکے باز یا دیوانہ ہو سکتا ہے۔ اخلاقی شخصیت کی پاکیزگی کی ضمانت اس کے اراکین کے

کردار سے ہوگی۔ قانونی شخصیت کی کافی طاقت اس کے سرمائے سے ثابت ہوگی۔

اس سابقہ وضاحت سے میں نے صرف عجلت میں پہلے اعتراضوں کے انبار کو ہٹانا چاہا جو لفظ "یہودی ریاست" سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اب سے ہم زیادہ سکون کے ساتھ بات کریں گے، دوسرے اعتراضات کا جواب دیں گے اور پہلے اشارہ کردہ بعض باتوں کو مزید گہرائی سے بیان کریں گے اگرچہ کتاب کو ہلکی پھلکی رکھنے کے لیے ممکنہ حد تک ثقالت سے گریز کیا جائے گا۔ مختصر اور جامع ابواب ایسے مقصد کے لیے بہترین ہیں۔

اگر میں ایک پرانی عمارت کی جگہ نئی تعمیر کرنا چاہوں تو پہلے انہدام کرنا ہوگا پھر تعمیر۔ اس معقول ترتیب کو میں اپناؤں گا۔ پہلے عمومی حصے میں تصورات کی وضاحت ہوگی، پرانی مبہم سوچیں دور کی جائیں گی، سیاسی اور معاشی شرائط طے ہوں گی، اور منصوبہ تشکیل پائے گا۔

خصوصی حصے میں، جو تین اہم شاخوں میں تقسیم ہے، عملی نفاذ پیش کیا جائے گا۔ یہ شاخیں ہیں: انجمنِ یہود، مقامی گروہ، اور یہودی سماج۔ اگرچہ سماج پہلے وجود میں آئے گا، اور انجمن آخر میں؛ لیکن خاکے میں اُلٹی ترتیب موزوں ہے، کیونکہ مالیاتی عملداری کے خلاف سب سے بڑے تحفظات اٹھیں گے، جن کا فوری جواب دینا ضروری ہوگا۔
اختتامی کلمات میں پھر باقی رہ جانے والے متوقع اعتراضات پر آخری ضرب لگائی جائے گی۔ میرے یہودی قارئین سے گزارش ہے کہ صبر کے ساتھ اختتام تک میرا ساتھ دیں۔ کچھ کے لیے اعتراضات یہاں چنے گئے جوابات کے ترتیب سے مختلف ترتیب میں اٹھیں گے۔ لیکن جن کے معقول تحفظات دور ہو جائیں، انھیں اس معاملے کا اعلانیہ حامی بن جانا چاہیے۔
جب میں عقل کی بات کرتا ہوں، تو پھر میں بھی جانتا

ہوں کہ محض عقل کافی نہیں۔ پرانے بندی قید خانے سے خوشی خوشی نہیں نکلتے۔ ہم دیکھیں گے کہ کیا ہماری نوجوان نسل، جس کی ہمیں ضرورت ہے، ابھی پختہ ہوئی ہے؛ وہ نوجوان جو بزرگوں کو ساتھ لے چلتی ہے، مضبوط بازوؤں پر اٹھاتی ہے، اور عقل کی بنیادوں کو جوش میں بدل دیتی ہے۔

عمومی حصہ

یہودی مسئلہ

یہودیوں کی مصیبت زدگی کا کوئی انکار نہیں کرے گا۔ جہاں کہیں بھی وہ قابلِ ذکر تعداد میں رہتے ہیں، ان کا کم یا زیادہ تعاقب کیا جاتا ہے۔ ان کی برابری تقریباً ہر جگہ عملاً ان کے خلاف منسوخ کر دی گئی ہے، چاہے قانون میں موجود ہو۔ فوج، سرکاری اور نجی دفاتر میں درمیانے درجے کے عہدے بھی ان کے لیے ناقابلِ رسائی ہیں۔ انہیں کاروبار سے باہر دھکیلنے کی کوشش کی جاتی ہے: "یہودیوں سے مت خریدو!"
قانون ساز مجلسوں، اجتماعات، اخبارات، گرجا گھروں کے منبروں، سڑکوں پر، سفر میں کچھ ہوٹلوں سے اخراج اور یہاں تک کہ تفریحی مقامات پر حملے دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ ممالک اور سماجی حلقوں کے لحاظ سے ظلم وستم کی نوعیت مختلف ہے۔ روس میں یہودی بستیاں جلا دی جاتی ہیں، رومانیہ میں کچھ لوگ مارے جاتے ہیں،

جرمنی میں موقع بہ موقع انہیں پیٹا جاتا ہے، آسٹریا میں یہودی مخالفین پورے عوامی زندگی کو دہشت زدہ کرتے ہیں، الجزائر میں خانہ بدوشوں کے شکار کے واعظ ابھرتے ہیں، پیرس میں نام نہاد بہتر معاشرہ حرکت میں آتا ہے، یہودیوں کے خلاف اڈے بند ہو جاتے ہیں۔ باریکیاں بے شمار ہیں۔ ویسے یہاں تمام یہودی شکایات کی کوئی رنجیدہ نالش پیش کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ ہم انفرادی تفصیلات پر نہیں رکیں گے چاہے وہ کتنی ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہوں۔

میں یہودیوں سے پوچھتا ہوں: کیا یہ سچ ہے کہ جہاں ہم کافی تعداد میں رہتے ہیں، وہاں یہودی وکلاء، اطباء، تکنیکی ماہرین، اساتذہ اور ہر قسم کے ملازمین کی حالت دن بہ دن ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی ہے؟ کیا یہ سچ ہے کہ ہمارا پورا یہودی متوسط طبقہ سنگین خطرے سے دوچار ہے؟ کیا یہ سچ ہے کہ ہمارے امیروں کے خلاف ہجوم کے تمام جذبات بھڑکائے جاتے ہیں؟ کیا

یہ سچ ہے کہ "ہمارے غریب" ہر دوسرے پرولتاریہ سے کہیں زیادہ سخت مصائب جھیلتے ہیں؟
میرا خیال ہے کہ دباؤ ہر جگہ موجود ہے۔ یہودیوں کی معاشرتی سطحوں میں، اعلیٰ طبقے میں یہ بے چینی پیدا کرتا ہے۔ درمیانے طبقے میں یہ گہری، مبہم گھبراہٹ کا باعث ہے۔ نچلے طبقے میں یہ کھلی ہوئی مایوسی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔
اصلیت یہ ہے کہ ہر جگہ بات ایک ہی نتیجے پر منتج ہوتی ہے، اور اسے برلن کے کلاسیکی نعرے میں سمویا جا سکتا ہے: "یہودی باہر!"
اب میں یہودی سوال کو انتہائی مختصر شکل میں پیش کرتا ہوں: کیا ہمیں پہلے ہی "باہر نکلنا" چاہیے؟ اور کہاں؟ یا کیا ہم ابھی رک سکتے ہیں؟ اور کب تک؟ پہلے رکنے کے سوال کو نمٹاتے ہیں۔ کیا ہم بہتر اوقات کی امید کر سکتے ہیں، صبر سے کام لیں، خدا پر بھروسہ رکھیں کہ زمین کے حکمران اور قومیں ہمارے لیے زیادہ مہربان مزاج

ہو جائیں؟ میں کہتا ہوں: ہم رجحان کا کوئی بدلاؤ نہیں دیکھ سکتے۔ کیوں؟ حکمران چاہے ہم ان کے دل کے اتنے ہی قریب ہوں جتنا دوسرے شہری ہماری حفاظت نہیں کر سکتے۔ وہ یہودیوں سے نفرت کرنے لگیں گے اگر یہودیوں پر زیادہ مہربانی دکھائیں۔ اور اس "زیادہ" سے مراد وہ بھی نہیں جو ہر عام شہری یا قبیلے کا حق ہے۔ قومیں جہاں یہودی رہتے ہیں، سب کے سب شرمندہ یا بے شرم یہودی مخالف ہیں۔

عام لوگ تاریخی فہم نہیں رکھتے، اور رکھ بھی نہیں سکتے۔ وہ نہیں جانتے کہ قرونِ وسطیٰ کے جرائم اب یورپی اقوام پر پلٹ کر آرہے ہیں۔ ہم وہی ہیں، جو ہمیں گھیٹو میں بنا دیا گیا تھا۔ ہمیں مالی معاملات میں بلاشبہ ایک برتری حاصل ہو گئی ہے، کیونکہ قرونِ وسطیٰ میں ہمیں اسی طرف دھکیل دیا گیا تھا۔ اب وہی عمل دہرایا جا رہا ہے۔ ہمیں دوبارہ مالی معاملات، جو اب "بورس" کہلاتے ہیں، کی طرف دھکیلا جا رہا ہے، جب کہ ہمیں

تمام دیگر ذرائعِ معاش سے محروم کیا جا رہا ہے۔ مگر جب ہم بورس میں ہوتے ہیں، تو یہی ہماری نئی حقارت کا سبب بن جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہم مسلسل ایسی درمیانی ذہانتیں پیدا کر رہے ہیں جن کے لیے کوئی راستہ نہیں ہوتا، اور یوں وہ سماج کے لیے اتنا ہی خطرہ بن جاتی ہیں جتنا کہ نمو پا رہا سرمایہ۔ تعلیم یافتہ اور بے مایہ یہودی اب سب کے سب اشتراکیت کی طرف جا رہے ہیں۔ اس لیے سماجی معرکہ ویسے بھی ہماری ہی پیٹھ پر لڑا جانا ہے، کیونکہ ہم سرمایہ دارانہ اور اشتراکی دونوں میدانوں میں سب سے نمایاں مقام پر کھڑے ہیں۔

اب تک کے حل کی کوششیں

اس طرح حل صرف ملتوی ہوتا ہے، التوا میں پڑتا ہے اور شاید مزید مشکل بھی ہو جاتا ہے۔ اصلاحِ اخلاق کے ذریعے؟ جب تک سب لوگ ایک ساتھ اخلاقی نہ بن جائیں جو کبھی نہیں ہوگا یہ ناممکن ہے۔ پھر تو ان لوگوں

پر اثر انداز ہونا چاہیے جو سب سے زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ لیکن یہودی مخالفین یہی تو نہیں چاہتے۔ ان کا تو خیال ہے کہ ہم خود اپنی اصلاح کریں۔ کون سا گروہ اپنے مخالفین کی خاطر اپنی فطرت بدل سکتا ہے؟

ہمیں اپنے آپ کو جس طرح چاہیں بننے کی آزادی ہے۔ ہم صرف اتنا ہی "برے" ہیں جتنا دوسرے انسان، اور مجموعی طور پر ہم ان لوگوں سے بدتر نہیں جو ہمارے خلاف بغض رکھتے ہیں۔ پھر بھی ہماری حالت دوسروں سے بدتر ہے۔ غیر یہودیوں کے درمیان رہتے ہوئے ہم خود کو محفوظ نہیں بنا سکتے۔ ہزار سال کی مصیبتوں نے ہمیں یہ سکھایا ہے۔

مگر جو یہودیوں کو کسان بنانا چاہتا ہے، وہ حیرت انگیز غلط فہمی کا شکار ہے۔ کیونکہ کسان ایک تاریخی نوع ہے، اور اس کی پہچان سب سے بہتر اس کے پہناوے سے ہوتی ہے جو زیادہ تر ممالک میں صدیوں پرانا ہے، نیز اس کے اوزاروں سے جو بالکل ویسے ہی

ہیں جیسے پرکھوں کے زمانے میں تھے۔ اس کا ہل اب بھی ویسا ہی ہے، وہ اپنے تہبند سے بیج بوتا ہے، تاریخی درانتی سے کاٹتا ہے اور فلائی سے گاہتا ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اب ان سب کے لیے مشینیں موجود ہیں۔ زرعی مسئلہ بھی محض مشینوں کا مسئلہ ہے۔ امریکا یورپ پر فتح پائے گا جیسے بڑی زمینی ملکیت چھوٹی کو ختم کر دیتی ہے۔ لہٰذا کسان معدوم ہونے والی شکل ہے۔ اگر کسان کو مصنوعی طور پر محفوظ کیا جاتا ہے، تو یہ سیاسی مفادات کی خاطر ہوتا ہے جن کی اسے خدمت کرنی ہوتی ہے۔ نئے کسان پرانے نسخے کے مطابق بنانا ایک ناممکن اور احمقانہ آغاز ہے۔ کوئی اتنا امیر یا طاقتور نہیں کہ ثقافت کو زبردستی پیچھے موڑ سکے۔ پرانی ثقافتی حالتوں کو برقرار رکھنا ہی ایک بھاری کام ہے. جس کے لیے آمرانہ ریاست کے تمام وسائل بھی بمشکل کافی ہوتے ہیں۔ کیا پھر ذہین یہودی سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ پرانے ڈھنگ کا کسان بنے؟ یہ بالکل ایسا ہو گا جیسے

یہودی سے کہا جائے : "لو یہ کمان، جنگ میں جاؤ!" کیا؟ کمان لے کر، جبکہ دوسروں کے پاس تیز صلاحیت کی رائفلیں اور کروپ کی توپیں ہیں؟ جن یہودیوں کو کسان بنانا چاہتے ہیں، وہ بالکل درست ہیں اگر وہ ایسی صورت حال میں جُنبش سے انکار کر دیں۔ کمان ایک خوبصورت ہتھیار ہے، اور جب وقت ہو تو مجھے افسردہ کر دیتی ہے۔ لیکن اس کا مقام عجائب گھر ہے۔

اب یقیناً ایسے علاقے ہیں جہاں مایوس یہودی کھیتوں میں بھی جاتے ہیں یا جانا چاہتے ہیں۔ اور یہاں ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقامات جیسے جرمنی کے ہیسن کا انکلیو اور روس کے کچھ صوبے درحقیقت یہود دشمنی کے گڑھ ہیں۔

کیونکہ دنیا کو بہتر بنانے والے جو یہودیوں کو کھیتی باڑی پر لگانا چاہتے ہیں، ایک بہت اہم شخص کو بھول جاتے ہیں جس کا اس معاملے میں بہت کچھ کہنا ہوتا ہے۔ اور وہ ہے کسان۔ کسان بھی بالکل درست ہے۔ زمین کا محصول، فصلوں کے نقصان کا خطرہ، بڑے زمینداروں کا

دباؤ جو سستے میں کام کرتے ہیں، اور خاص طور پر امریکی مقابلہ اس کی زندگی کو کافی مشکل بنا دیتے ہیں۔ اس پر غلوں کے محصولات لاانتناہی نہیں بڑھ سکتے۔ صنعتی کاریگر کو بھی تو بھوکا نہیں مرنے دیا جا سکتا؛ اس کے بڑھتے ہوئے سیاسی اثر کی وجہ سے اس پر مزید توجہ دینا ضروری ہوگیا ہے۔

یہ تمام مشکلات بخوبی معلوم ہیں، اس لیے میں ان کا صرف سرسری ذکر کرتا ہوں۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ جان بوجھ کر زیادہ تر معاملات میں قابلِ تعریف نیت سے بھی کی گئی حل کی کوششیں کتنی فضول تھیں۔ نہ تو منتقلی اور نہ ہی ہمارے پرولتاریہ کی ذہنی سطح کو مصنوعی طور پر گرانا مددگار ثابت ہو سکتا۔ انضمام کے معجزاتی حل پر ہم پہلے ہی بحث کر چکے ہیں۔

اس طرح یہود دشمنی پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ اس کے اسباب دور کیے بغیر اس کا علاج نہیں ہو سکتا۔ مگر کیا ان اسباب کو دور کیا جا سکتا ہے؟

بغضِ یہود کی وجوہات

اب ہم جذباتی وجوہات، پرانے تعصبات اور تنگ نظریوں کی بجائے سیاسی اور اقتصادی وجوہات کی بات کرتے ہیں۔ آج کے بغضِ یہود کو ماضی کے مذہبی یہودی عداوت سے خلط ملط نہیں کرنا چاہیے، چاہے بعض ممالک میں یہ اب بھی فرقہ وارانہ رنگ رکھتی ہو۔ یہود دشمن تحریک کا بنیادی رُخ آج مختلف ہے۔ یہود مخالفت کے مرکزی ممالک میں یہ یہودیوں کی آزادی کا نتیجہ ہے۔ جب مہذب اقوام نے استثنائی قوانین کی غیر انسانی نوعیت کو محسوس کیا اور ہمیں آزاد کیا، تو یہ آزادی بہت دیر سے ملی۔ ہم قانونی طور پر اپنے موجودہ رہائشی علاقوں میں مزید قابلِ آزادی نہیں رہے تھے۔ حیرت انگیز طور پر گھیٹو میں ہم ایک متوسط طبقے کی قوم بن چکے تھے اور باہر نکلتے ہی متوسط طبقے کے لیے ایک خوفناک مقابلے کی صورت میں نمودار ہوئے۔ چنانچہ آزادی کے بعد ہم اچانک سرمایہ دار طبقے کے

حلقے میں آ گئے اور یہاں ہمیں اندرونی اور بیرونی دونوں طرف سے دہرا دباؤ جھیلنا پڑا۔ مسیحی سرمایہ دار طبقہ شاید ہمیں اشتراکیت کے حوالے کرنے کو تیار ہو؛ البتہ اس سے کچھ خاص فائدہ نہ ہوتا۔

مزید برآں، جہاں یہودیوں کو قانونی مساوات حاصل ہے، اسے اب منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ نہ صرف اس لیے کہ یہ جدید شعور کے خلاف ہوگا، بلکہ اس لیے بھی کہ فوری طور پر تمام یہودی، غریب اور امیر، انقلاب پسند جماعتوں کے حامی بن جائیں گے۔ دراصل ہمارے خلاف کوئی مؤثر اقدام نہیں کیا جا سکتا۔ پہلے لوگ یہودیوں کے جواہرات چھین لیتے تھے۔ آج گردشی زَر کو کیسے پکڑا جا سکتا ہے؟ یہ خُفیہ کاغذات (شیئرز، بانڈز) میں پڑا ہے جو دنیا میں کہیں، شاید عیسائی خزانوں میں بند ہیں۔ البتہ ریلوے، بینکوں، ہر قسم کے صنعتی اداروں کے اسٹاک اور بانڈز پر محصول لگایا جا سکتا ہے، اور جہاں ترقی پسند آمدنی محصول موجود ہے، وہاں گردشی زَر کے

پورے مجموعے کو نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ مگر ایسی تمام کوششیں صرف یہودیوں کے خلاف ہی نہیں کی جا سکتیں، اور جہاں پھر بھی کوشش کی جائے، فوری طور پر سنگین معاشی بحران آتے ہیں جو صرف متاثرہ یہودیوں تک محدود نہیں رہتے۔ یہودیوں پر قابو پانے کی اس محالیت سے صرف نفرت میں شدت اور کڑواہٹ آتی ہے۔ عوام میں یہود دشمنی روزافزوں ہے، ہر گھنٹے بڑھ رہی ہے، اور مزید بڑھے گی کیونکہ وجوہات موجود ہیں اور دور نہیں کی جا سکتیں۔

بعید وجہ قرونِ وسطیٰ میں ہماری انضمام پذیری کا ضائع ہونا ہے، قریبی وجہ ہمارے درمیانے درجے کے ذہین افراد کی اضافی پیداوار ہے جن کے لیے نہ نیچے کوئی راستہ ہے نہ اوپر کوئی ترقی یعنی نہ کوئی صحت مند اخراج نہ صحت مند ابھار۔ ہم نیچے کی طرف انقلاب پسندوں کے پرولتاریہ میں بدل رہے ہیں، تمام انقلابی جماعتوں کے نچلے عہدے دار بن رہے ہیں، جبکہ اوپر کی جانب

ہماری خوفناک مالی طاقت بڑھ رہی ہے۔

بغضِ یہود کے اثرات

ہمارے خلاف ڈالا گیا دباؤ ہمیں بہتر نہیں بناتا۔ ہم دوسرے لوگوں سے مختلف نہیں۔ ہم اپنے دشمنوں سے محبت نہیں کرتے، یہ بالکل سچ ہے۔ لیکن صرف وہی جو خود پر قابو پا سکتا ہے، ہمیں اس کا الزام دے سکتا ہے۔ دباؤ قدرتی طور پر ہمارے اندر ہمارے ظالموں کے خلاف دشمنی پیدا کرتا ہے اور ہماری دشمنی دوبارہ دباؤ کو بڑھاتی ہے۔

اس چکر سے نکلنا ناممکن ہے۔

"مگر!" نرم دل خیال پرست کہیں گے، "لیکن یہ ممکن ہے! اور وہ بھی انسانی بھلائی کے ذریعے۔"

کیا مجھے واقعی ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ کس قسم کی جذباتی بڑ ہے؟ جو شخص حالات کی بہتری کو تمام انسانوں کی بھلائی سے مشروط کرنا چاہتا ہے، وہ یقیناً ایک افسانہ لکھ رہا ہے!

میں پہلے ہمارے "انضمام" کا ذکر کر چکا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں اس کی خواہش رکھتا ہوں۔ ہماری قومی شناخت تاریخی طور پر بہت مشہور ہے اور تمام ذلتوں کے باوجود بہت بلند ہے کہ اس کا زوال مطلوب ہو۔ لیکن شاید ہم ہر جگہ اپنے گرد بسنے والی قوموں میں بغیر نشان کے گم ہو سکتے، اگر ہمیں صرف دو نسلوں تک چین سے رہنے دیا جاتا۔ مگر ہمیں چین سے نہیں رہنے دیا جائے گا۔ رواداری کے مختصر ادوار کے بعد بار بار ہمارے خلاف دشمنی بیدار ہوتی رہتی ہے۔ ہماری خوشحالی میں کوئی اشتعال انگیز عنصر لگتا ہے، کیونکہ دنیا صدیوں سے ہمیں غریبوں میں سب سے ذلیل سمجھنے کی عادی ہے۔ اس دوران جہالت یا تنگ نظری کی وجہ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ہماری خوشحالی ہمیں یہودیوں کے طور پر کمزور کرتی ہے اور ہماری خصوصیات مٹا دیتی ہے۔ صرف دباؤ ہمیں پھر سے قدیم تنے سے چمٹاتا ہے، صرف ہمارے ماحول کی نفرت ہمیں پھر سے

اجنبی بنا دیتی ہے۔ اس طرح ہم چاہیں یا نہ چاہیں، ایک تاریخی گروہ بن کر رہ جاتے ہیں جس کی باہمی وابستگی واضح ہے۔

ہم ایک قوم ہیں دشمن ہمیں ہماری مرضی کے بغیر یہ بناتا ہے، جیسا کہ تاریخ میں ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔ مصیبت میں ہم اکٹھے کھڑے ہوتے ہیں، اور تب ہم اچانک اپنی طاقت دریافت کرتے ہیں۔ ہاں، ہمارے پاس طاقت ہے کہ ایک ریاست، بلکہ ایک مثالی ریاست تعمیر کر سکیں۔ ہمارے پاس اس کے لیے تمام انسانی اور مادی وسائل موجود ہیں۔

یہاں دراصل "انسانی مواد" (جیسے کچھ کچرا اصطلاح ہے) کے بارے میں بات کرنے کی جگہ ہے۔ مگر پہلے منصوبے کے اہم خدوخال واضح ہونے چاہئیں جن پر ہر چیز کو پرکھا جائے گا۔

منصوبہ

پورا منصوبہ اپنی بنیادی شکل میں انتہائی سادہ ہے، اور

ہونا بھی چاہیے، تاکہ ہر انسان اسے سمجھ سکے۔
ہمیں زمین کی سطح کا ایک ٹکڑا دیا جائے جو ہماری قوم کی جائز ضروریات کے لیے کافی ہو، باقی سب کچھ ہم خود سنبھال لیں گے۔
ایک نئی خودمختاری کا قیام نہ تو مضحکہ خیز ہے نہ ناممکن۔ ہم نے تو اپنے زمانے میں اس کا مشاہدہ کیا ہے، ان قوموں میں جو ہماری طرح درمیانے طبقے کی قومیں نہیں، بلکہ زیادہ غریب، غیر تعلیم یافتہ اور اس لیے کمزور قومیں ہیں۔ ہمیں خودمختاری دلوانے میں یہود دشمنی سے متاثرہ ممالک کی حکومتیں شدید دلچسپی رکھتی ہیں۔
اس بنیادی طور پر سادہ مگر عملی نفاذ میں پیچیدہ کام کے لیے دو بڑے ادارے قائم کیے جائیں گے: یہودی سماج اور یہودی انجمن۔
جو کچھ یہودی سماج نے علمی اور سیاسی طور پر تیار کیا ہوگا، یہودی انجمن عملی طور پر نافذ کرے گی۔

یہودی انجمن کوچ کرنے والے یہودیوں کے تمام مالی مفادات کی تصفیہ کاری سنبھالے گی اور نئے ملک میں معاشی نظام کو منظم کرے گی۔

جیسا پہلے کہا گیا، یہودی انخلا کو فوری عمل کے طور پر نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہ بتدریج ہوگا اور دہائیوں پر محیط ہوگا۔ پہلے غریب ترین لوگ جائیں گے اور زمین کو قابلِ کاشت بنائیں گے۔ وہ پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق سڑکیں، پُل، ریلوے بنائیں گے، ٹیلی گراف قائم کریں گے، دریاؤں کو منظم کریں گے اور اپنے لیے رہائشی مقامات تعمیر کریں گے۔ ان کا کام نقل و حمل کو جنم دے گا، نقل و حمل بازاروں کو، اور بازار نئے آبادکاروں کو راغب کریں گے۔ کیونکہ ہر شخص رضاکارانہ، اپنے خرچ اور خطرے پر آئے گا۔ جو محنت ہم زمین میں ڈالیں گے، وہ ملک کی قیمت بڑھائے گی۔ یہودی جلد ہی سمجھ جائیں گے کہ ان کی اس کاروباری جستجو جس سے پہلے نفرت اور حقارت

کی جاتی تھی، اب ایک نئے پائیدار دائرہ کار تک پھیل گئی ہے۔

آج اگر کوئی ریاست بنانا چاہے، تو اسے ہزار سال پہلے کے واحد ممکن طریقے پر نہیں چلنا چاہیے۔ پرانی ثقافتی سطحوں پر واپس جانا حماقت ہے، جیسا کہ کچھ صیہونی چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ہم جنگلی جانوروں سے زمین صاف کرنے کی حیثیت میں آئیں، تو ہم پانچویں صدی کے یورپیوں جیسا برتاؤ نہیں کریں گے۔ ہم انفرادی طور پر نیزے اور برچھی لے کر ریچھوں کا شکار نہیں کریں گے، بلکہ ایک بڑا، خوشگوار شکار کا اہتمام کریں گے، درندوں کو اکٹھا کریں گے اور ان کے نیچے بارودی بم پھینکیں گے۔

اگر ہم عمارتیں تعمیر کرنا چاہیں، تو ہم کسی جھیل کے کنارے کمزور لکڑی کے ڈنڈے نہیں گاڑیں گے، بلکہ جیسے آج کل بنایا جاتا ہے ویسے ہی بنائیں گے۔ ہم پہلے سے زیادہ جانفشانی اور شان سے تعمیر کریں گے۔

کیونکہ ہمارے پاس وہ ذرائع ہیں جو تاریخ میں پہلے کبھی موجود نہیں تھے۔

ہمارے پسماندہ معاشی طبقات کے پیچھے بتدریج اگلے بہتر طبقات منتقل ہوں گے۔ جو اب مایوس ہیں، وہ پہلے جائیں گے۔ ان کی قیادت ہمارے ہر جگہ ستائی جانے والی درمیانے درجے کی ذہانت کرے گی جس کی ہم اضافی پیداوار دے رہے ہیں۔

ہجرتِ یہود کا مسئلہ اس تحریر کے ذریعے عمومی بحث کے لیے پیش کیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی انتخاباتی عمل شروع کیا جائے۔ ایسا کرنا ابتدا ہی سے معاملے کو تباہ کر دینا ہوگا۔ جو نہیں چاہتے، وہ رہ سکتے ہیں۔ انفرادی افراد کی مخالفت غیر اہم ہے۔

جو ساتھ چلنا چاہے، ہمارے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو اور الفاظ، تحریر اور عمل سے اس کے لیے لڑے۔

جو یہودی ہماری ریاستی نظریے کا اعلانیہ حامی ہو، وہ یہودی سماج کے گرد جمع ہو۔ اس طرح سماج حکومتوں

کے سامنے یہودیوں کی نمائندگی اور مذاکرات کا مختار بن جائے گا۔ بین الاقوامی قانون کی اصطلاح میں کہیں تو سماج کو ریاست ساز طاقت کے طور پر تسلیم کیا جائے گا اور اسی سے ریاست وجود میں آجائے گی۔

اب اگر قوتیں یہودی قوم کو ایک غیر جانبدار علاقے کی خودمختاری دینے کو تیار ہوں، تو معاشرہ منتخب شدہ زمین کے بارے میں مذاکرات کرے گا۔ دو خطے زیرِ غور ہوں گے "فلسطین اور ارجنٹائن"۔ ان دونوں مقامات پر قابلِ ذکر نوآبادکاری کی کوششیں ہو چکی ہیں۔ البتہ یہودیوں کے بتدریج نفوذ کے غلط اصول پر۔ نفوذ کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا وقت آتا ہے جب متاثرہ آبادی کے دباؤ پر حکومت مزید یہودیوں کے داخلے کو روک دیتی ہے۔ لہٰذا ہجرت تب ہی معنی رکھتی ہے جب اس کی بنیاد ہماری مستحکم خودمختاری ہو۔

انجمنِ یہود موجودہ حکومتوں سے مذاکرات کرے گی، اور وہ بھی یورپی طاقتوں کے تحفظ میں، اگر وہ معاملے کو

سمجھیں۔ ہم موجودہ حکومت کو زبردست فوائد دے سکتے ہیں، اس کا کچھ قومی قرضہ اٹھا سکتے ہیں، ایسے راستے بنا سکتے ہیں جن کی ہمیں خود ضرورت ہے، اور بہت کچھ۔ البتہ یہودی ریاست کے قیام سے ہی پڑوسی ممالک فائدہ اٹھائیں گے، کیونکہ چھوٹے ہو یا بڑے پیمانے پر، کسی خطے کی ثقافت اردگرد کے علاقوں کی قدر بڑھا دیتی ہے۔

فِلسطِین یا ارجنٹائن؟

فِلسطِین کو ترجیح دی جائے یا ارجنٹائن کو؟ انجمن وہی لے گی جو اس کو دیا جائے اور جس کے لیے یہودی قوم کی عوامی رائے اظہار کرے۔ انجمن دونوں کا جائزہ لے گی۔

ارجنٹائن زمین کے قدرتی طور پر سب سے مالدار ممالک میں سے ایک ہے، وسیع رقبے پر پھیلا ہوا، کم آبادی والا اور معتدل آب و ہوا رکھنے والا۔ ارجنٹائن جمہوریہ کو اپنا کچھ علاقہ ہمیں دینے میں زبردست دلچسپی ہوگی۔ موجودہ

یہودی نفوذ نے وہاں ناراضگی پیدا کی ہے؛ ارجنٹائن کو نئی یہودی ہجرت کے بنیادی طور پر مختلف ہونے سے آگاہ کرنا ہوگا۔ فِلسطِین ہمارا ناقابلِ فراموش تاریخی وطن ہے۔ صرف یہ نام ہی ہماری قوم کے لیے زبردست جوش انگیز نعرہ ہوگا۔ اگر سلطانِ مُعظم ان کا اقبال بُلند رہے ہمیں فِلسطِین دے دیں، تو ہم اس کے بدلے ترکیہ کے مالیات کو مکمل طور پر منظم کرنے کا عہد کرسکتے ہیں۔

یورپ کے لیے ہم وہاں ایشیا کے خلاف ایک دیوار کا حصہ بنیں گے، ہم تہذیب کی آڑ میں بربریت کے خلاف چوکیداری کریں گے۔ ہم ایک غیر جانبدار ریاست کے طور پر پورے یورپ سے جڑے رہیں گے، جسے ہمارے وجود کی ضمانت دینی ہوگی۔ عیسائیت کے مقدس مقامات کے لیے بین الاقوامی قانون کی رو سے غیر ملکی علاقہ قرار دینے کی صورت نکالی جاسکتی ہے۔ ہم مقدس مقامات کے گرد اعزازی تحفظ

تشکیل دیں گے اور اس فرض کی انجام دہی کی ذمہ داری اپنے وجود سے لیں گے۔ یہ اعزازی محافظت یہودی مسئلہ کے حل کی عظیم علامت ہوگی جو ہمارے لیے اٹھارہ تکلیف دہ صدیوں کے بعد آیا ہے۔

ضرورت، تنظیم، نقل و حمل

گزشتہ باب میں میں نے کہا تھا: "یہودی انجمن نئی ریاست میں معاشی نقل و حمل کو منظم کرتی ہے۔"
میں سمجھتا ہوں کہ اس پر کچھ وضاحت درکار ہے۔ ایک منصوبہ جیسا کہ موجودہ، اپنی بنیادوں میں خطرے میں پڑ جاتا ہے اگر "عملیت پسند" لوگ اس کے خلاف بولیں۔
اب عملیت پسند تو عام طور پر صرف "معمول" کے پرستار ہوتے ہیں، جو قدیم سوچ کے تنگ دائرے سے نکلنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ مگر ان کی مخالفت اہمیت رکھتی ہے اور نئے خیال کو نقصان پہنچا سکتی ہے؛ کم از کم تب تک جب تک نیا تصور خود اتنا مضبوط نہ ہو کہ عملیت پسندوں کو ان کی پھپھوندی زدہ سوچوں سمیت

اکھاڑ پھینک سکے ۔ جب یورپ میں ریلوے کا دور آیا، تو عملیت پسند موجود تھے جنھوں نے کچھ لائنیں بنانے کو حماقت قرار دیا کیونکہ وہاں ڈاک گاڑی کے پاس بھی کافی مسافر نہیں تھے"۔ اس وقت وہ سچائی معلوم نہیں تھی جو آج ہمیں بچگانہ سادگی لگتی ہے : کہ مسافر ریلوے کو جنم نہیں دیتے، بلکہ اس کے بر عکس ریلوے مسافروں کو جنم دیتی ہے، البتہ اس کے لیے خوابیدہ ضرورت کا پہلے سے موجود ہونا ضروری ہے۔

اس قسم کے "ریلوے سے پہلے کے عملی" تحفظات میں وہ اعتراض آئے گا جب کچھ لوگ تصور نہیں کر سکتے کہ نئے ملک میں، جسے ابھی حاصل کرنا اور آباد کرنا ہے، آنے والوں کا معاشی نقل و حمل کیسے ہوگا۔ چنانچہ ایک عملیت پسند تقریباً یوں کہے گا :

"مان لیا کہ یہودیوں کی موجودہ حالت بہت جگھوں پر ناقابل برداشت ہے اور مزید خراب ہوگی؛ مان لیا کہ ہجرت کی خواہش پیدا ہو رہی ہے؛ یہ بھی مان لیا کہ یہودی

نئی ریاست کی طرف ہجرت کریں گے، لیکن وہاں کیسے کمائیں گے؟ کس چیز سے گزریں گے؟ بہت سے لوگوں کا نقل و حمل تو ایک دن سے دوسرے دن مصنوعی طور پر نہیں بنایا جا سکتا۔"

اس پر میرا جواب ہے: مصنوعی طور پر نقل و حمل کا انتظام کرنے کی بات ہی نہیں ہو رہی، اور ہرگز ایک دن سے دوسرے دن نہیں بنایا جائے گا۔ لیکن اگرچہ نقل و حمل کا انتظام نہیں کیا جا سکتا، اسے ابھارا جا سکتا ہے۔ کیسے؟ ایک ضرورت کے آلہ کے ذریعے۔ ضرورت کو پہچانا جانا چاہیے، اس ضرورت کا آلہ تخلیق کیا جانا چاہیے، پھر نقل و حمل خود بخود وجود میں آ جائے گی۔

اگر یہودیوں کی بہتر حالت میں پہنچنے کی ضرورت حقیقی، گہری ہے، اور اگر اس ضرورت کا تخلیق کردہ آلہ یہودی انجمن کافی طاقتور ہے: تو نئے ملک میں نقل و حمل بھرپور طریقے سے قائم ہو جائے گی۔ یہ یقیناً مستقبل کی

بات ہے، جیسا کہ تیسویں دہائی کے لوگوں کے لیے ریلوے نقل و حمل کی ترقی مستقبل کی بات تھی۔ پھر بھی ریلوے بنائی گئی۔ خوش قسمتی سے ڈاک گاڑی کے عملیت پسندوں کے تحفظات کو نظرانداز کردیا گیا۔

یہودی انجمن

بنیادی خدوخال

یہودی انجمن کا نظریہ جزوی طور پر بڑی زمینی حصولیاتی انجمنوں کی طرز پر ہے اگر چاہیں تو کہہ لیں ایک یہودی چارٹرڈ انجمن۔ فرق صرف یہ ہے کہ اسے حکمرانی کے حقوق حاصل نہیں ہوں گے، اور اس کے صرف نوآبادیاتی فرائض نہیں ہوں گے۔

یہودی انجمن ایک شرکتِ سہامیہ (جوائنٹ اسٹاک کمپنی) کے طور پر قائم کی جائے گی، انگریزی قانونی تشخص کے تحت، انگلینڈ کے قوانین اور تحفظ میں۔ اس کا صدر دفتر لندن ہوگا۔ سہام کی اصل رقم کتنی ہونی چاہیے، میں ابھی نہیں بتا سکتا۔ ہمارے متعدد مالیاتی

ماہرین اس کا حساب لگائیں گے۔ مگر مبہم الفاظ سے گریز کرتے ہوئے میں ایک ارب مارکس کا تخمینہ پیش کرتا ہوں۔ شاید زیادہ ہو، شاید کم۔ رقم کی فراہمی کی صورت، جس پر بعد میں بحث ہوگی، یہ طے کرے گی کہ کام کے آغاز میں اس بڑی رقم کا کتنا حصہ عملاً جمع کروانا ہوگا۔

یہودی انجمن ایک عبوری ادارہ ہے۔ یہ خالصتاً تجارتی ادارہ ہے، جسے یہودیوں کی معاشرے سے ہمیشہ واضح طور پر الگ رکھا جائے گا۔ یہودی انجمن کا پہلا کام کوچ کرنے والے یہودیوں کی غیر منقولہ جائیدادوں کی تصفیہ کاری ہے۔ جس طریقے سے یہ ہوگا، وہ بحرانوں کو روکے گا، ہر ایک کو اس کا حق دلائے گا، اور عیسائی شہریوں کی اندرونی ہجرت کو ممکن بنائے گا جس کا پہلے ذکر ہوچکا ہے۔

غیر منقولہ جائیداد کا انتظام

زیرِ غور غیر منقولہ جائیدادوں میں مکانات، زرعی زمینیں

اور دکانوں کے مقامی خریدار شامل ہیں۔ یہودی انجمن آغاز میں صرف ان جائیدادوں کی فروخت کی ثالثی کرنے پر رضامند ہوگی۔ پہلے مرحلے میں یہودیوں کی فروخت آزادانہ اور بغیر بڑے کساد کے ہوگی۔ انجمن کی شاخیں ہر شہر میں یہودی جائیدادوں کی فروخت کے مرکز بن جائیں گی۔ ہر شاخ اپنے بقاء کے لیے ضروری کمیشن کی شرح وصول کرے گی۔

اب تحریک کی ترقی کے ساتھ ممکن ہے کہ غیر منقولہ جائیدادوں کی قیمتیں گر جائیں اور بالآخر فروخت ناممکن ہوجائے۔ اِس مرحلے پر انجمن کی ثالثی کی حیثیت نئی شاخوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ انجمن متروکہ جائیدادوں کی نگران بن جائے گی اور فروخت کے موزوں وقت کا انتظار کرے گی۔ وہ کرایہ وصول کرے گی، زرعی زمینیں پٹے پر دے گی، اور ممکن ہو تو دکانوں کے منتظمین (پٹے کی شرائط پر ضروری احتیاط کے لیے) مقرر کرے گی۔ انجمن ہر جگہ ان پٹہ داروں

(عیسائیوں) کے لیے ملکیت حاصل کرنا آسان بنانے کی کوشش کرے گی۔ وہ بتدریج اپنے یورپی دفاتر کو مکمل طور پر عیسائی افسروں اور آزاد نمائندوں (وکلا وغیرہ) سے بھر دے گی، اور یہ قطعاً یہودیوں کے غلام نہیں ہوں گے۔ وہ عملاً عیسائی آبادی کے لیے آزاد نگران ادارے ثابت ہوں گے تاکہ سب کچھ درست طریقے سے ہو، ایمانداری اور نیک نیتی سے کام چلے، اور کہیں بھی عوامی خوشحالی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ ہو۔

ساتھ ہی انجمن جائیدادوں کی فروخت کنندہ کے طور پر کام کرے گی، بلکہ صحیح معنوں میں جائیدادوں کی تبادلہ کار۔ وہ ایک گھر کے بدلے گھر، ایک زمین کے بدلے زمین دے گی، اور وہ بھی وہاں (نئی ریاست میں)۔ اگر ممکن ہو تو ہر چیز کو یہاں (پرانی جگہ) جیسا منتقل کیا جائے گا۔ اس طرح انجمن کے لیے بڑے اور جائز منافع کا ذریعہ کھل جاتا ہے۔ وہ وہاں خوبصورت، جدید، ہر

سہولت سے آراستہ مکانات، بہتر زرعی زمینیں دے لی جو اسے کم قیمت پر ملی ہوں گی کیونکہ اس نے اراضی سستے داموں حاصل کی ہوگی۔

زمین کی خریداری

جس سرزمین کی بین الاقوامی سطح پر یہودی سماج کو ضمانت دی گئی ہے، اسے نجی قانونی حیثیت سے بھی خریدا جانا ضروری ہے۔ انفرادی آبادکاری کی تیاریاں اس تحریر کے دائرے میں نہیں آتیں۔ تاہم، یہودی انجمن کو اپنے اور ہمارے اجتماعی ضروریات کے لیے بڑے رقبے درکار ہوں گے۔ وہ یہ زمین مرکزی خریداری کے ذریعے حاصل کرے گی۔ بنیادی طور پر یہ ان ریاستی زمینوں کے حصول کا معاملہ ہوگا جو فی الحال موجودہ حکومت کی ملکیت میں ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ "اُس پار" زمین کی ملکیت حاصل کی جائے بغیر اس کے کہ قیمتوں کو مصنوعی بلندی تک پہنچایا جائے، بالکل ویسے ہی جیسے "اِس پار" فروخت عمل میں آتی ہے، مگر

قیمتوں کو نیچا کیے بغیر۔ یہاں کسی وحشیانہ بولی لگانے کا اندیشہ نہیں، کیونکہ زمین کی اصل قیمت کو تو انجمن ہی لے کر آئے گی، البتہ وہی آبادکاری کی رہنمائی کرے گی اور وہ بھی یہودی سماج کے تعاون سے۔ یہ انجمن یہ امر بھی یقینی بنائے گی کہ یہ منصوبہ "پاناما" نہیں، بلکہ "سویز" بنے۔

انجمن اپنے ملازمین کو مناسب شرائط پر مکانات کا رقبہ فراہم کرے گی، انہیں ان کے خوبصورت گھروں کی تعمیر کے لیے قسط وار قرضے دے گی، جنہیں تنخواہوں سے منہا کیا جائے گا یا وقتاً فوقتاً بطور اضافی وظیفہ شمار کیا جائے گا۔ یہ اُن عزت افزائیوں کے ساتھ، جو وہ حاصل کریں گے، ان کی خدمات کا ایک شکل میں انعام ہو گا۔

زمین کے تخمینہ سے حاصل ہونے والا سارا زبردست منافع انجمن کو ملے گا، کیونکہ اسے خطرے کے بدلے میں ایک غیر متعین انعام ملنا چاہیے، جیسا کہ ہر آزاد تاجر

کو ملتا ہے ۔ جہاں بھی کسی منصوبے میں خطرہ موجود ہو، وہاں تاجر کو فراخ دلانہ منافع دیا جانا چاہیے ۔ لیکن اُسے صرف وہیں برداشت کیا جا سکتا ہے ۔ خطرے اور انعام کا باہمی تعلق مالیاتی اخلاقیات کو قائم رکھتا ہے ۔

تعمیرات

انجمن مکانات اور جائیدادوں کا تبادلہ کرے گی ۔ زمین سے ، اور زمین ہی سے ، انجمن کو نفع حاصل ہوگا اور حاصل ہونا بھی چاہیے ۔ یہ بات ہر اس شخص کے لیے واضح ہے ، جس نے کسی وقت بھی اور کسی جگہ بھی زمین کی قیمت میں اضافے کو تہذیبی منصوبوں کی بدولت بڑھتے دیکھا ہے ۔ اس بات کو سب سے بہتر انداز میں شہروں اور دیہاتوں کی اندرونی بستیوں میں دیکھا جا سکتا ہے ۔ غیر آباد زمین کی قیمت اس وقت بڑھتی ہے جب اس کے گرد مہذب تعمیرات کی بالا پروئی جائے ۔ ایک سادہ مگر بے حد ذہین زمین کے نفع پر مبنی منصوبہ بندی وہ تھی جو پیرس کی نئی بستیوں میں کی گئی ، جہاں نئی

عمارتیں پرانے شہر کی آخری حدود سے متصل نہیں بنائی گئیں بلکہ ارد گرد کے رقبے خرید کران کے کنارے سے تعمیر شروع کی گئی۔ اس الٹی تعمیراتی ترتیب کے ذریعے مکانات کے رقبہ جات کی قیمت غیر معمولی تیزی سے بڑھی، اور وہ لوگ جو پہلے شہر کے آخری کناروں پر عمارتیں بنایا کرتے تھے، اب شہر کے بیچوں بیچ، یعنی کہیں زیادہ قیمتی رقبوں پر، تعمیر کرنے لگے۔

کیا انجمن خود عمارتیں بنائے گی یا آزاد ماہرِ تعمیرات کو ذمہ داریاں سونپے گی؟ وہ دونوں کام کر سکتی ہے، اور کرے گی بھی۔ اس کے پاس، جیسا کہ جلد ظاہر ہو گا، کاریگروں کی ایک بڑی جماعت موجود ہوگی، جنہیں سرمایہ دارانہ بوجھ تلے دبایا نہیں جائے گا، بلکہ انہیں خوشحال، روشن اور عمدہ حالاتِ زندگی فراہم کیے جائیں گے، اور یہ سب کچھ مہنگا بھی نہ ہوگا۔

تعمیراتی مواد کی فراہمی کی ذمہ داری ہمارے ارضیات دانوں نے اس وقت سے سنبھال رکھی ہے جب وہ

شہروں کے لیے زمین کی تلاش میں تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ تعمیرات کا اصول کیا ہوگا؟
مزدوروں کی رہائش گاہیں (جن میں ہر قسم کے کاری گروں کی رہائش شامل ہے) انجمن خود اپنی نگرانی میں بنائے گی۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ یورپی شہروں کی افسوسناک مزدور بیرکیں ہوں گی یا وہ بے رونق جھونپڑیاں، جو کارخانوں کے ارد گرد قطار در قطار کھڑی ہوتی ہیں۔ ہماری مزدور رہائش گاہیں البتہ ظاہری طور پر یکساں ہوں گی کیونکہ انجمن کو سستے داموں تعمیر تبھی ممکن ہوگی جب وہ تعمیراتی اجزاء کو بڑے پیمانے پر تیار کرے مگر ان الگ الگ گھروں کو ان کے چھوٹے چھوٹے باغات کے ساتھ ہر مقام پر خوبصورتی کے ساتھ اس طرح یکجا کیا جائے گا کہ وہ مجموعی طور پر ایک خوش منظر شکل اختیار کریں۔ علاقے کی قدرتی بناوٹ ہمارے نوجوان ماہر تعمیرات، جو کہ روایتی طریقوں کے اسیر نہ ہوں گے، کو تحریک دے گی، اور اگرچہ عام

لوگ پوری منصوبہ بندی کا فکری پہلو نہ سمجھ سکیں، پھر بھی وہ اس ہلکی پھلکی ترتیب میں سکون محسوس کریں گے۔ عبادت گاہ اس بستی کے بیچوں بیچ بلند و نمایاں ہوگی، کیونکہ ہماری قوم کو صرف قدیم ایمان ہی نے جوڑے رکھا ہے۔ روشن، خوشنما، صحت مند مکتب، بچوں کے لیے، ہر جدید تدریسی وسائل سے مزین ہوں گے۔ مزید یہ کہ دستکاری کی تربیتی درسگاہیں بھی قائم ہوں گی، جو ارتقاء کے مراحل سے گزر کر عام کاری گروں کو صنعتی علم سکھائیں گی اور مشینیات سے ہم آہنگ کریں گی۔ مزید برآں، عوام کے لیے تفریحی مقامات بھی ہوں گے، جنہیں اخلاقی نگرانی کے تحت انجمنِ یہود بالا سے منظم کرے گی۔ یہاں البتہ صرف تعمیرات کی بات ہو رہی ہے، نہ کہ ان عمارتوں کے اندر ہونے والے معاملات کی۔

میں کہتا ہوں انجمن مزدور رہائش گاہیں سستی تعمیر کرے گی۔ صرف اس لیے نہیں کہ تمام تعمیری مواد

بڑے پیمانے پر دستیاب ہوگا؛ اور صرف اس لیے نہیں کہ زمین انجمن کی ملکیت ہوگی؛ بلکہ اس لیے بھی کہ انجمن ان مزدوروں کو اجرت ادا نہیں کرے گی۔

امریکی کسانوں میں یہ رواج ہے کہ وہ اپنے گھروں کی تعمیر میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ یہ معصوم اور دوستانہ نظام جو اپنے بنے ہوئے لکڑی کے گھروں کی طرح سادہ ہوتا ہے نہایت آسانی سے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

"غیر ماہر مزدور"

"نااہل مزدور"

ہمارے نااہل مزدور، جو ابتدائی طور پر روس اور رومانیہ کے عظیم انسانی ذخیرہ سے آئیں گے، انہیں بھی ایک دوسرے کے لیے اپنے گھروں کی تعمیر کرنا ہوگی۔

ابتدا میں ہمارے پاس اپنی لوہا سازی کی سہولت نہ ہوگی، اس لیے ہمیں لکڑی سے تعمیرات کرنی پڑیں گی۔ بعد میں یہ صورتحال بدل جائے گی، اور ابتدائی دور کی یہ

عارضی اور کمزور تعمیرات بہتر عمارتوں سے تبدیل کر دی جائیں گی۔
ہمارے یہ "نااہل مزدور" سب سے پہلے ایک دوسرے کے لیے اپنی پناہ گاہیں تعمیر کریں گے اور انھیں یہ بات پہلے سے معلوم ہوگی۔ وہ اپنی محنت کے ذریعے ان مکانات کو ملکیت میں حاصل کریں گے اگرچہ فورًا نہیں، بلکہ تب، جب وہ تین برس کی مدت تک عمدہ روّیہ برقرار رکھیں گے۔ اس طرح ہمیں محنتی اور صالح لوگ میسر آئیں گے، اور ایک آدمی جو تین سال تک نظم و ضبط سے کام کرے، وہ عمر بھر کے لیے سدھرا ہوا انسان ہوتا ہے۔
میں نے پہلے کہا تھا کہ انجمن ان غیر ماہر مزدوروں کو تنخواہ نہیں دے گی۔ تو پھر، وہ اپنی زندگی کا گزارا کیسے کریں گے؟
میں عمومی طور پر "ٹرک سسٹم" (یعنی اجرت کی جگہ اشیاء کی فراہمی کا نظام) کے خلاف ہوں۔ تاہم ان

شروعاتی زمین حاصل کرنے والوں کے لیے یہ طریقہ کار لاگو کیا جانا چاہیے۔ انجمن چونکہ کئی حوالوں سے ان کی کفالت کرے گی، اس لیے اُسے ان کی خوراک مہیا کرنے کا بھی اختیار حاصل ہونا چاہیے۔ یہ ٹرک سسٹم صرف ابتدائی برسوں تک لاگو رہے گا، اور مزدوروں کے لیے بھی باعثِ راحت ہوگا کیونکہ یہ انہیں چھوٹے دکانداروں، ہوٹل والوں وغیرہ کی لوٹ مار سے محفوظ رکھے گا۔ اسی طرح انجمن پہلے ہی سے اس بات کی روک تھام کرے گی کہ ہمارے چھوٹے لوگ وہاں جا کر اپنی پرانی خصلت یعنی خوانچہ فروشی کی طرف مائل نہ ہو جائیں جس کی طرف یہاں وہ محض ایک تاریخی عمل کے باعث مجبور کیے گئے تھے۔ اور انجمن شرابیوں اور آوارہ لوگوں کو بھی قابو میں رکھے گی۔

تو کیا زمین پر قبضے کے ابتدائی زمانے میں بالکل اجرت نہیں دی جائے گی؟

نہیں، اجرت دی جائے گی "اضافی اجرتیں"۔

سات گھنٹے کا دن

معمول کا دن سات گھنٹے کا ہوگا!

اس کا مطلب یہ نہیں کہ روزانہ صرف سات گھنٹے درخت کاٹے جائیں گے، زمین کھودی جائے گی، پتھر اٹھائے جائیں گے اور یہ سب کام محدود ہوں گے۔ نہیں، کل چودہ گھنٹے کام ہوگا، لیکن مزدوروں کی جماعتیں ایک دوسرے کو تین گھنٹے تیس منٹ بعد تبدیل کرتی رہیں گی۔ پوری تنظیم فوجی انداز میں ہوگی، جس میں درجات، ترقی، اور وظیفے شامل ہوں گے۔ وظیفوں کے وسائل کہاں سے آئیں گے اس کی تفصیل بعد میں بیان کی جائے گی۔

تین گھنٹے تیس منٹ تک ایک صحت مند انسان یکسوئی سے بہت زیادہ کام انجام دے سکتا ہے۔ تین گھنٹے تیس منٹ کے بعد ایک وقفہ جسے وہ اپنی آرام، اپنے خاندان، اور اپنی منظم تربیت کے لیے وقف کرے کے بعد وہ پھر سے بالکل تازہ ہوجاتا ہے۔

ایسی اِفرادی قوتیں معجزے کر سکتی ہیں۔

سات گھنٹے کا دن!

یہ دن میں چودہ عمومی اوقاتِ کار ممکن بناتا ہے کیونکہ دن میں اس سے زیادہ وقت سما نہیں سکتا۔

مجھے اس پر بھی یقین ہے کہ سات گھنٹے کا دن پوری طرح نافذ کیا جا سکتا ہے۔ بیلجیمؔ اور انگلینڈؔ میں کیے گئے تجربے معروف ہیں۔ بعض ترقی یافتہ سماجی مفکرین یہاں تک دعویٰ کرتے ہیں کہ پانچ گھنٹے کا دن بھی کافی ہوگا۔ یہودی انجمن اور یہودی انجمنِ تجارت اس بابت نئے، بیش بہا تجربات حاصل کریں گی جو دنیا کی دیگر قوموں کو بھی فائدہ پہنچائیں گے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ سات گھنٹے کا دن عملاً قابلِ عمل ہے، تو ہمارا مستقبل کا ریاستی نظام اسے قانونی یومِ کار کے طور پر نافذ کرے گا۔

صرف انجمنِ تجارت ہمیشہ اپنے کارکنوں کو سات گھنٹے کا دن عطا کرے گی۔ اور وہ ہمیشہ ایسا کر سکنے کی طاقت

رکھے گی۔

مگر ہمیں سات گھنٹے کے دن کی عالمی اپیل اپنے لوگوں کے لیے درکار ہے، جو کہ آزاد مرضی سے آکر یہاں بسیں گے۔ یہ واقعی سرزمینِ موعود ہونی چاہیے۔

جواب سات گھنٹوں سے زیادہ کام کرے گا، اُسے زائد وقت کے بدلے زائد اُجرت نقدی میں دی جائے گی۔ چونکہ اس کی تمام ضروریات پوری کی جا رہی ہیں، اور اس کے اہلِ خانہ میں جو لوگ کام کے قابل نہیں، اُن کی کفالت مرکزی طور پر منتقل کی گئی فلاحی تنظیموں کے ذریعے ہو رہی ہوگی، تو وہ اپنی زائد اُجرت میں سے کچھ پس انداز کر سکے گا۔ ہم اپنے لوگوں کے اندر پہلے سے موجود بچت کے رجحان کو مزید فروغ دینا چاہتے ہیں، کیونکہ یہ فرد کے لیے اعلیٰ طبقات میں ترقی کو آسان بناتا ہے، اور ہمارے لیے مستقبل کے قرضوں کے لیے ایک عظیم سرمایہ اندوخت کی تیاری بھی ہے۔

سات گھنٹے کے دن کے بعد کام کی زائد مدت تین

گھنٹوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی، اور وہ بھی صرف طبی معائنہ کے بعد۔ کیونکہ ہمارے لوگ نئے طرزِ زندگی میں خود ہی کام کی طرف لپکیں گے، اور دنیا تب پہلی بار دیکھے گی کہ ہم کس قدر محنتی قوم ہیں۔ جیسا کہ زمین کے ابتدائی قابضین کے لیے ٹرک سسٹم (جیسے بانڈز وغیرہ) کس طرح قائم کرنا ہے، میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا نا ہی دیگر بے شمار نکات کی تاکہ وضاحت میں خلل نہ آئے۔

خواتین کو سخت مشقت کے کاموں کی اجازت نہیں ہو گی، اور وہ زائد اوقات میں کام نہیں کریں گی۔ حاملہ خواتین ہر قسم کے کام سے مستثنیٰ ہوں گی، اور فراہمیِ خوراک اُن کے لیے ٹرک نظام کے ذریعے زیادہ فراخ دلی سے کی جائے گی۔ کیونکہ ہمیں آئندہ کے لیے قوی نسلیں درکار ہیں۔

بچوں کی تربیت ہم ابتداء ہی سے ویسی کریں گے جیسی ہم چاہتے ہیں اس پر فی الحال میں تفصیل سے کچھ نہیں کہتا۔

جو کچھ میں نے ابھی مزدوروں کی رہائش گاہوں سے متعلق، بے ہنر مزدوروں اوران کی زندگی کے طرز کے بارے میں کہا ہے، وہ بھی دوسرے نکات کی طرح افسانہ (خیالی دنیا) نہیں ہے۔ یہ سب عملی طور پر دنیا میں موجود ہے مگر نہایت مختصر، نظرانداز شدہ اورناقابلِ فہم صورت میں۔ یہودی مسئلے کے حل کے لیے مجھے پیرسؔ میں جو "مدد بذریعۂ محنت" کا ادارہ دیکھنے اور سمجھنے کوملا، وہ نہایت قیمتی تجربہ تھا۔

مدد بذریعہ محنت

کام کے ذریعہ مدد، جیسی کہ اب پیرسؔ اور فرانسؔ کے مختلف شہروں، انگلینڈؔ، سوئٹزرلینڈؔ اور امریکاؔ میں موجود ہے، کچھ ناکافی ہے، لیکن اسی سے بڑی چیز بنائی جا سکتی ہے۔

محنت سے مدد کا اصول کیا ہے؟

اس کا اصول یہ کہ ہر ضرورت مند کو غیر ہنر مند مزدوری دی جائے، ایک آسان، غیر تربیت یافتہ

کام، جیسے لکڑی چھیلنا، یا "گٹھے" بنانا جن سے پیرسی گھروں میں چولہا سلگایا جاتا ہے۔ یہ جرم سے پہلے قیدیوں کا گھریلو کام ہے، یعنی بے عزتی کے بغیر۔ کوئی مجبوری سے جرم کرنے پر مجبور نہیں اگر وہ کام کرنا چاہے۔ بھوک سے خودکشی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ تہذیب کے لیے بدترین داغ ہے جہاں امیروں کے دسترخوان سے کتوں کے لیے لقمے پھینکے جاتے ہیں۔ کام کی مدد ہر ایک کو کام دیتی ہے۔ کیا اس کے مصنوعات کی مانگ ہے؟ نہیں! کم از کم کافی نہیں۔ یہاں موجود تنظیم کی کمی ہے۔ یہ ادارہ ہمیشہ نقصان میں چلتا ہے۔ البتہ یہ نقصان کے لیے تیار رہے۔ یہ ایک خیراتی ادارہ ہے۔ چندہ یہاں پیداواری لاگت اور فروخت قیمت کے فرق کے طور پر سامنے آتا ہے۔ بھکاری کو دو "سُو" دینے کی بجائے، وہ اسے کام دیتی ہے جس پر وہ دو "سُو" خسارہ اٹھاتی ہے۔ لیکن وہی سست بھکاری جواب قابلِ عزت مزدور بن گیا ہے،

۱ فرانک ۵۰ سینٹیمس کماتا ہے۔ دس سینٹیمس کے عوض !۱۵۰ یعنی بے عزتی کے بغیر دی جانے والی خیرات پندرہ گنا۔ یعنی ایک ارب سے پندرہ ارب بنانا! البتہ ادارہ دس سینٹیمس کا نقصان اٹھاتا ہے۔ یہودی کمپنی اربوں کا نقصان نہیں بلکہ زبردست منافع کمائے گی۔

اس پر اخلاقی پہلو بھی ہے۔ موجودہ چھوٹی سی کام کی مدد سے بھی کام کے ذریعے اخلاقی بحالی ہوتی ہے، یہاں تک کہ بے روزگار شخص اپنی صلاحیتوں کے مطابق جگہ پا لیتا ہے۔ اس کے پاس روزانہ کچھ گھنٹے تلاش کے لیے آزاد ہوتے ہیں، نیز ادارہ ملازمتوں کی ثالثی بھی کرتا ہے۔

موجودہ چھوٹے ادارے کا نقص یہ ہے کہ لکڑی کے تاجروں وغیرہ کے ساتھ مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ لکڑی کے تاجر ووٹر ہیں، وہ چُنیں گے، اور ان کا حق ہوگا۔ ریاست کے قیدیوں کے گھریلو کام کے ساتھ بھی مقابلہ

نہیں کیا جا سکتا، ریاست کو اپنے مجرموں کو مصروف رکھنا اور پالن پوسنا ہے۔

قدیم معاشرے میں کام کے ذریعے مدد کے لیے جگہ بنانا مشکل ہوگا۔ لیکن ہمارے نئے معاشرے میں! سب سے پہلے ہمیں اپنے ابتدائی زمینی حصولی کاموں، سڑکوں کی تعمیر، جنگلات کی صفائی، زمین کھودنے، ریلوے اور ٹیلی گراف لائنوں وغیرہ کے لیے بے شمار غیر ہنر مند مزدورں کی ضرورت ہوگی۔ یہ سب پہلے سے طے شدہ بڑے منصوبے کے مطابق ہوگا۔

منڈی کا معاملہ

جب ہم کام کو نئے ملک میں منتقل کرتے ہیں، تو ساتھ ہی منڈی کا معاملہ بھی لے جاتے ہیں۔ البتہ ابتدا میں صرف بنیادی ضروریات کا بازار: مویشی، غلہ، مزدور کپڑے، اوزار، ہتھیار، چند ناموں کے لیے۔ پہلے ہم یہ پڑوسی ریاستوں یا یورپ سے خریدیں گے، پھر جلد از جلد خود کفیل بنیں گے۔ یہودی کاروباری فوری سمجھ جائیں

گے کہ ان کے لیے کیا امکانات کھل رہے ہیں۔
بتدریج انجمن کے افسروں کی فوج کے ذریعے بہتر ضروریات منتقل ہوں گی۔ (افسروں میں میں حفاظتی دستے کے افسروں کو بھی شمار کرتا ہوں، جو ہمیشہ مرد مہاجرین کا دسواں حصہ ہونے چاہئیں۔ یہ بدکردار لوگوں کی بغاوتوں کے لیے کافی ہوگا؛ زیادہ تر تو امن پسند ہیں۔)
خوشحال افسروں کی بہتر ضروریات پھر ایک بہتر بازار پیدا کریں گی جو مسلسل پھیلے گا۔ شادی شدہ اپنے خاندانوں کو بلائیں گے، کنوارے اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو، جب وہاں گھر ہوگا۔ ہم یہ حرکت اب یہودیوں میں دیکھتے ہیں جو متحدہ ریاستوں کی طرف ہجرت کرتے ہیں۔ جیسے ہی کسی کو روٹی کمانے کو ملتی ہے، وہ فوراً اپنوں کو بلاتا ہے۔ یہودیت میں خاندانی رشتے بہت مضبوط ہیں۔ یہودیوں کا سماج اور یہودی انجمن مل کر خاندان کو مزید مضبوط اور پروان چڑھائیں گے۔

میری مراد اخلاقیات سے نہیں وہ تو خود بخود پائی جاتی ہے بلکہ مادیات سے ہے۔ عہدہ داروں کو شادی اور بچوں کا الاؤنس ملے گا۔ ہمیں لوگوں کی ضرورت ہے، جو موجود ہیں اور جو آئیں گے۔

رہائش کی دیگر اقسام

میں نے مزدور رہائش گاہوں کی تعمیر کے سلسلے میں اپنے انتظام میں اس کو چھوڑ دیا تھا۔ اب میں رہائش کی دیگر اقسام پر لوٹتا ہوں۔ چھوٹے تاجروں / درمیانے طبقے کے لیے بھی انجمن اپنے معماروں کے ذریعے، یا تو تبادلے میں یا نقد رقم کے عوض مکانات بنوائے گی۔ انجمن اپنے معماروں سے تقریباً سو قسم کے گھروں کے نمونے تیار کروائے گی اور ان کی نقلیں بنوائے گی۔ یہ خوبصورت نمونے تشہیر کا حصہ بنیں گے۔ ہر گھر کی ایک مقررہ قیمت ہوگی، تعمیر کی معیاری ضمانت انجمن دے گی، جو گھر کی تعمیر پر کچھ نہیں کمانا چاہتی۔ یہ مکانات کہاں ہوں گے؟ یہ مقامی گروہ کے حصے میں

دکھایا جائے گا۔

چونکہ انجمن تعمیراتی کاموں سے نہیں بلکہ صرف زمین سے منافع کمانا چاہتی ہے، اس لیے نجی معماروں کا ذاتی طلب پر تعمیر کرنا مطلوب ہوگا۔ اس سے زمین کی قیمت بڑھے گی، عیش و آرام ملک میں آئے گا، اور ہمیں عیش و آرام کی مختلف مقاصد کے لیے ضرورت ہے۔ خاص طور پر فن، صنعت اور مستقبل میں بڑی دولت کے تحلیل ہونے کے لیے۔

ہاں، امیر یہودی جو اب اپنے خزانے خوف سے چھپاتے ہیں اور گرانقدر پردوں کے پیچھے اپنے بے چین جشن مناتے ہیں، وہاں (نئی ریاست میں) آزادی سے لطف اٹھا سکیں گے۔ اگر یہ ہجرت ان کی مدد سے ممکن ہوئی، تو سرمایہ ہمارے ہاں بحال ہو جائے گا؛ اس نے ایک بے مثال کام میں اپنی افادیت ثابت کر دی ہوگی۔ جب امیر ترین یہودی یورپ میں جن پر نگاہِ رشک سے دیکھے جانے والے محلات کی وہاں تعمیر کرنا

شروع کریں گے، تو وہاں شاندار گھروں میں آباد ہونا چلن بن جائے گا۔

تصفیہ کاری کی کچھ صورتیں

یہودی انجمن کا تصور یہودیوں کی غیر منقولہ جائیدادوں کے قبضہ گیریا نگران کے طور پر کیا گیا ہے۔

مکانات اور زمینوں کے معاملے میں یہ ذمہ داریاں آسانی سے طے کی جا سکتی ہیں۔ لیکن دکانوں یا کاروباروں کے ساتھ کیا ہوگا؟ وہاں صورتیں بہت متنوع ہوں گی۔

انہیں پہلے سے کوئی جامع خاکہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی اس میں کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ ہر انفرادی صورت میں جب کاروبار کا مالک ہجرت کا فیصلہ کرے گا، تو وہ اپنے علاقے کی انجمن شاخ کے ساتھ مل کر اپنے لیے موزوں ترین تصفیہ کاری کی صورت طے کر لے گا۔

چھوٹے تاجروں کے معاملے میں جن کے کاروبار میں

مالک کی ذاتی سرگرمی اصل چیز ہوتی ہے اور سامان یا سازوسامان ضمنی جائیداد کی منتقلی سب سے آسان ہے۔ ہجرت کرنے والے کی ذاتی سرگرمی کے لیے انجمن ایک محفوظ کام کا دائرہ مہیا کرے گی، اور اس کا تھوڑا بہت سامان وہاں زمین کے ایک ٹکڑے پر مشینوں کے ساتھ قرض کے طور پر بدل دیا جائے گا۔ ہمارے ہوشیار لوگ نئی سرگرمی جلد سیکھ لیں گے۔ یہودی جیسا معلوم ہے ہر کاروباری قسم کے مطابق ڈھل جاتے ہیں۔ اس طرح بہت سے تاجروں کو چھوٹے صنعتی کسان بنایا جا سکتا ہے۔ انجمن ظاہری نقصان برداشت کرنے کو بھی تیار ہے اگر وہ غریبوں کا غیر منقولہ سامان لے لے؛ کیونکہ اس طرح وہ زمین کے قطعوں کی آزادانہ کاشتکاری ممکن بناتی ہے، جس سے اس کی باقی زمینوں کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔

اوسط درجے کے کاروباروں میں، جہاں مادی سازوسامان مالک کی ذاتی سرگرمی جتنا یا اس سے زیادہ

اہم ہوتا ہے، اور جہاں اس کا قرض کی ساکھ فیصلہ کن
عنصر بن جاتا ہے، تصفیہ کاری کی مختلف صورتیں ممکن
ہیں۔ یہ وہ اہم نکات بھی ہیں جہاں عیسائیوں کی اندرونی
ہجرت مکمل ہو سکتی ہے۔ ہجرت کرنے والا یہودی
اپنی ذاتی ساکھ نہیں کھوتا، بلکہ اسے ساتھ لے جاتا ہے
اور وہاں اسے قائم کرنے میں خوب استعمال کرے گا۔
یہودی انجمن اس کے لیے جاری کھاتہ کھولتی ہے۔ وہ
اپنا موجودہ کاروبار آزادانہ فروخت کر سکتا ہے یا انجمن
کے اداروں کی نگرانی میں منتظمین کے حوالے کر سکتا
ہے۔ منتظم پٹے دار کی حیثیت سے ہو سکتا ہے، یا
کاروبار کے منتظم کی قسط وار ادائیگیوں کے ذریعے
بتدریج خریداری کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ انجمن اپنے
نگران افسروں اور وکلا کے ذریعے چھوڑے گئے
کاروبار کی مناسب نگرانی اور ادائیگیوں کی بروقت وصولی
کو یقینی بناتی ہے۔ انجمن یہاں غیر موجود افراد کی
سرپرست ہے۔ لیکن اگر کوئی یہودی اپنا کاروبار نہیں

بیچ سکتا، کسی نمائندے کو سونپنا پسند نہیں کرتا، اور ابھی چھوڑنا نہیں چاہتا، تو وہ اپنی موجودہ رہائش گاہ پر رہ سکتا ہے۔ یہ رہ جانے والے بھی اپنی موجودہ حالت کو خراب نہیں کرتے؛ انہیں ہجرت کرنے والوں کے مقابلے سے نجات مل جاتی ہے، اور یہود مخالفت کا نعرہ "یہودیوں سے مت خریدیں!" ختم ہو جاتا ہے۔

اگر کاروباری مہاجر وہاں بھی وہی کاروبار کرنا چاہے، تو وہ پہلے سے اس کی تیاری کر سکتا ہے۔ ایک مثال سے سمجھاتے ہیں۔ فرم "الف" کا ایک بڑا سجاوٹ کے سامان کا کاروبار ہے۔ مالک ہجرت کرنا چاہتا ہے۔ وہ پہلے اپنے مستقبل کے رہائشی مقام پر ایک شاخ قائم کرتا ہے، جہاں وہ اپنا پرانا/ناکارہ سامان بھیجتا ہے۔ غریب اولین مہاجرین وہاں اس کے گاہک بنتے ہیں۔ بتدریج وہ لوگ منتقل ہوتے ہیں جنہیں اعلیٰ طرز کی ضروریات ہوتی ہیں۔ پھر "الف" نئی چیزیں بھیجتی ہے اور آخر کار تازہ ترین چیزیں۔ شاخ خود ہی منافع بخش ہو

جاتی ہے، جبکہ مرکزی کاروبار ابھی قائم ہے۔ آخر کار "الف" کے دو کاروبار ہوتے ہیں۔ پرانا کاروبار وہ فروخت کر دیتا ہے یا اپنے عیسائی نمائندے کو چلانے کے لیے دیتا ہے؛ وہ خود نئے مقام پر چلا جاتا ہے۔
ایک بڑی مثال یوسف و سلیمان کا کوئلے کا وسیع کاروبار ہے جس میں کانیں اور کارخانے شامل ہیں۔ ایسے بڑے مالیاتی مجموعے کی تصفیہ کاری کیسے ہو؟ پہلا طریقہ کوئلے کی کان کنی کا پورا نظام جہاں واقع ہے، وہاں کی ریاست خرید لے۔ دوسرا طریقہ یہودی انجمن اسے حاصل کرے اور خریداری کی رقم جزوی طور پر وہاں کی زمینوں سے، جزوی نقد ادا کرے۔ تیسرا طریقہ "یوسف و سلیمان" نامی علیٰحدہ شرکتِ سہامیہ قائم کی جائے۔ چوتھا طریقہ موجودہ طریقے پر کام جاری رکھا جائے، البتہ ہجرت کرنے والے مالکان اگرچہ کبھی اپنی جائیداد کا معائنہ کرنے واپس آئیں، غیر ملکی ہوں گے جنہیں مہذب ریاستوں میں مکمل قانونی تحفظ حاصل

ہوگا۔ یہ سب روزمرہ زندگی میں دیکھا جا سکتا ہے۔
پانچواں، خاص طور پر زرخیز اور عظیم الشان امکان جس کا صرف اشارہ دیتا ہوں، کیونکہ عملی زندگی میں اس کی ابھی کمزور مثالیں ہیں، حالانکہ ہمارے جدید شعور کے قریب ہے: یوسف و سلیمان اپنا کاروبار موجودہ تمام ملازمین کو معاوضے کے عوض سونپ سکتے ہیں۔ ملازم محدود ذمہ داری کی رفاقت میں شامل ہو جائیں اور شاید ریاستی خزانے کی مدد سے، جو سود خوری نہیں لیتا، یوسف و سلیمان کو چھڑانے کی رقم ادا کر سکیں۔ ملازم پھر اس قرض کی قسط واری ادائیگی کریں گے جو انہیں ان کے ریاستی خزانے، یہودی انجمن یا یوسف و سلیمان نے خود فراہم کیا تھا۔
یہودی انجمن چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے (کاروبار) دونوں کی تصفیہ کاری کرتی ہے۔ اور جب یہودی پُرسکون طریقے سے ہجرت کرتے ہیں، اپنا نیا وطن بناتے ہیں، انجمن ایک عظیم قانونی شخصیت

کے طور پر کھڑی رہتی ہے جو: انخلا کی رہنمائی کرتی ہے، چھوڑی گئی جائیدادوں کی حفاظت کرتی ہے، تصفیہ کاری کے درست انتظام کے لیے اپنے ظاہر، قابلِ گرفت مال سے ضامن ہوتی ہے، اور ہجرت کر چکے لوگوں کی مستقل کفالت کرتی ہے۔

انجمن کی ضمانتیں

انجمن کس صورت میں یہ ضمانتیں دے گی کہ چھوڑے گئے ممالک میں نہ غربت آئے نہ معاشی بحران؟

پہلے کہا جا چکا کہ معزز یہودی مخالفین، جن کی آزادی ہمارے لیے قابلِ قدر ہے، کو عوامی نگران اداروں کے طور پر اس کام میں شامل کیا جائے گا۔

مگر ریاست کے مالی مفادات بھی ہیں جنہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔ وہ محصول دہندگان کی ایک ایسی جماعت سے محروم ہوتی ہے جو سماجی طور پر کم ہونے کے باوجود مالیاتی طور پر بہت قیمتی ہے۔ اس کے بدلے اسے معاوضہ دینا ہوگا۔ ہم اسے بالواسطہ طور پر پیش

کرتے ہیں : اپنی یہودی ذہانت اور محنت سے چلائے گئے کاروبار ملک میں چھوڑ کر، چھوڑی گئی حیثیتوں میں عیسائی شہریوں کو ترقی دے کر، اور اس طرح بڑے پیمانے پر پُرامن خوشحالی کی بے نظیر مثال قائم کرتے ہوئے۔

فرانسیسی انقلاب چھوٹے پیمانے پر کچھ ایسا ہی دکھاتا ہے؛ لیکن اس کے لیے گیلاٹین کے نیچے خون بہانا پڑا، ملک کے تمام صوبوں اور یورپ کے جنگلوں میں خون کی ندیاں بہنی پڑیں۔ اور اس کے لیے موروثی اور کمائی ہوئی حقوق توڑنے پڑے۔ اور اس میں صرف قومی جائیدادوں کے چالاک خریدار ہی مالامال ہوئے۔

یہودی انجمن اپنے دائرہ کار میں انفرادی ریاستوں کو براہِ راست فوائد بھی پہنچائے گی۔ ہر جگہ حکومتوں کو چھوڑی گئی یہودی جائیدادوں کی فروخت سازگار شرائط پر یقینی بنائی جا سکتی ہے۔ حکومتیں اس پرامن ترک ملکیت کو بڑے پیمانے پر سماجی بہبود کے لیے استعمال کر سکتی ہیں۔

یہودی انجمن ان حکومتوں اور مجالسِ قانون ساز کی مدد کرے گی جو عیسائی شہریوں کی اندرونی ہجرت کی رہنمائی کرنا چاہتی ہیں۔ یہودی انجمن بڑی محصول کی ادائیگیاں بھی کرے گی۔

مرکزی دفتر لندن میں ہوگا، کیونکہ انجمن کو نجی قانون کے تحت ایک بڑی، فی الوقت غیر یہودی مخالف طاقت کے تحفظ میں رہنا ہوگا۔ لیکن اگر سرکاری اور نیم سرکاری سطح پر اس کی حمایت کی جائے تو انجمن ہر جگہ وسیع محصول کی بنیاد فراہم کرے گی۔ انجمن ہر جگہ محصول لگانے کے قابل ماتحت اور شاخی ادارے قائم کرے گی۔

مزید برآں، یہ دوہری جائیداد کی رجسٹریشن کا فائدہ، یعنی دوہری فیسوں کی فراہمی دے گی۔ انجمن جہاں صرف جائیداد کی وکالت کے طور پر کام کرتی ہے، وہاں بھی عارضی طور پر خریدار کا روپ دھارے گی۔ چاہے وہ مالک نہ بننا چاہے، زمینی دفتر میں لمحہ بھر کے لیے مالک

کے طور پر درج ہوگی۔
یہ تو اب صرف حسابی باتیں ہیں۔
مقام بہ مقام اندازہ لگانا اور فیصلہ کرنا ہوگا کہ انجمن کس حد تک جا سکتی ہے، بغیر اس کے کہ وہ اپنے وجود کو خطرے میں ڈالے۔
وہ اس بارے میں مالیہ کے وزیروں سے بے تکلفی سے گفت وشنید کرے گی۔
یہ وزراء نیک نیتی کو صاف دیکھیں گے، اور وہ ہر وہ سہولت دیں گے جو اس بڑے منصوبے کی کامیاب تکمیل کے لیے ثابت شدہ طور پر ضروری ہے۔
ایک اور براہِ راست مدد اشیاء اور افراد کی ترسیل میں ہے۔
جہاں ریلیں سرکاری ہیں، وہاں بات فوراً واضح ہے۔
جہاں ریلیں نجی ملکیت میں ہیں، وہاں انجمن کو، جیسے ہر بڑا مال بردار ادارہ ہوتا ہے، مراعات ملیں گی۔
انجمن کو ضرور اپنی قوم کے لوگوں کو جتنا ممکن ہو سستا

سفر کرنے دینا ہوگا اور ان کا سامان بھیجنا ہوگا، کیونکہ ہر شخص اپنے خرچ پر ہجرت کرے گا۔

متوسط طبقے کے لیے "ٹک" کا نظام ہوگا اور غریب طبقے کے لیے سستے سفری نرخ۔

انجمن افراد اور سامان کی ترسیل سے بہت کچھ کما سکتی ہے، لیکن اس کا اصول یہاں بھی یہی ہونا چاہیے کہ صرف اپنے اخراجات کی بازیافت کرے۔

ترسیل کا کاروبار کئی جگھوں پر یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔

ترسیل کے یہ کاروبار پہلے ہوں گے جن کی انجمن کو ضرورت ہوگی، اور پہلے ہی ختم بھی کیے جائیں گے۔

ان کاروباروں کے موجودہ مالکان یا تو انجمن کی خدمت میں آ جائیں گے، یا وہ آزاد حیثیت میں وہاں اپنا کام قائم کریں گے۔

آمد کے مقام پر وصول کرنے والے مال برداروں کی ضرورت ہوگی، اور چونکہ یہ ایک چمکتا ہوا کاروبار ہے،

کیونکہ وہاں فوراً کمائی ممکن ہے اور ہونی بھی چاہیے، تو جذبۂ کار رکھنے والوں کی کمی نہ ہوگی۔

اس بڑے قافلے کی تجارتی تفصیلات کو بیان کرنا غیر ضروری ہے۔

یہ مقصد کے مطابق معقولیت سے وضع کی جائیں گی، اور بہت سے قابل دماغ اس پر غور کریں گے اور کرنا بھی چاہیے، کہ اسے بہترین طریقے سے کس طرح کیا جائے۔

انجمن کی بعض سرگرمیاں

انجمن کی بہت سی سرگرمیاں ایک دوسرے پر اثر ڈالیں گی۔ بس ایک مثال: بتدریج انجمن ابتدائی اور سادہ بستیوں میں صنعتی اشیاء تیار کرنا شروع کرے گی۔ پہلے مرحلے میں یہ ہماری اپنی غریب جلاوطنوں کے لیے ہوگا: کپڑے، زیر جامے، جوتے وغیرہ صنعتی پیمانے پر کیونکہ یورپی روانگی کے مراکز میں ہمارے غریب لوگ نئے کپڑوں میں ملبوس ہوں گے۔ انہیں یہ

کپڑے بطور تحفہ نہیں دیے جائیں گے، کیونکہ انہیں
ذلیل نہیں کیا جانا چاہیے۔ بس ان کے پرانے کپڑے
نئے سے تبدیل کر دیے جائیں گے۔ اگر اس میں کمپنی کو
کچھ نقصان ہو، تو اسے تجارتی نقصان شمار کیا جائے گا۔
جو لوگ بالکل بے مال ہوں گے، وہ لباس کے بدلے
انجمن کے مقروض ہوں گے، اور وہاں جا کر اضافی کام
کے اوقات میں اس کی قیمت چکائیں گے، جسے ان کے
حسنِ سلوک کے بدلے معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔
ان نکات پر موجودہ ہجرتی انجمنوں کو مدد کا موقع حاصل
ہوگا۔ جو کچھ وہ اب تک مہاجر یہودیوں کے لیے کیا
کرتے تھے، آئندہ وہ سب کچھ یہودی انجمن کے
نوآبادکاروں کے لیے کریں۔ اس تعاون کی شکلیں
آسانی سے تلاش کی جا سکیں گی۔ یہ جو غریب مہاجرین
نئے لباس پہنیں گے، یہ اس میں ایک علامت بھی ہونی
چاہیے: تم اب ایک نئی زندگی کا آغاز کر رہے ہو!
"یہودی سماج" اس بات کا اہتمام کرے گا کہ رخصتی

سے کافی پہلے اور سفر کے دوران بھی دعاؤں، عوامی تقریروں، منصوبے کے مقصد پر تعلیم، نئے رہائشی مقامات کے لیے حفظانِ صحت کی ہدایات، اور آئندہ کے کام کی تربیت کے ذریعے ایک سنجیدہ اور پُروقار ماحول پیدا ہو۔ کیونکہ سرزمینِ موعود، محنت کی سرزمین ہے۔

لیکن جب وہ پہنچیں گے، تو ان کا استقبال ہمارے اداروں کے اعلیٰ افراد کریں گے بغیر کسی بیوقوفانہ جشن کے، کیونکہ وعدہ کی گئی سرزمین تو ابھی فتح کرنی ہے۔ لیکن ان غریب لوگوں کو فوراً نظر آنا چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں ہیں۔

انجمن کی لباس سازی کی صنعت غریب مہاجرین کے لیے بے سمت پیداوار نہیں کرے گی۔ "یہودی سماج"، جو مقامی شاخوں سے اطلاع حاصل کرے گا، اس کے ذریعے یہودی انجمن کو بروقت مہاجرین کی تعداد، ان کی آمد کی تاریخ، اور ان کی ضروریات کا علم

ہونا چاہیے۔ یوں ان کے لیے دانشمندانہ بندوبست ممکن ہو جائے گا۔

صنعتی تحریکات

یہودی انجمن اور یہودی سماج کے فرائض اس خاکے میں سختی سے جدا جدا بیان نہیں کیے جا سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں عظیم ادارے ہمیشہ باہم کام کرتے رہیں گے۔ انجمن کو سماج کی اخلاقی حیثیت اور حمایت کی ضرورت رہے گی، اسی طرح سماج انجمن کی مادی مدد کے بغیر نہ رہ سکے گی۔

لباس سازی کی صنعت کی منصوبہ بند رہنمائی میں مثلاً یہ کمزور آغاز بھی شامل ہے کہ پیداوار کی بحرانوں سے بچا جا سکے۔ ہر اس شعبے میں جہاں انجمن صنعتکار کی حیثیت سے سامنے آئے گی، ایسے ہی انداز میں عمل کیا جائے گا۔

مگر کسی بھی صورت میں اُسے آزاد کاروبار کو اپنی بالادستی سے کچلنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

ہم صرف اُن ہی جگھوں پر اشتراکی طرز اختیار کریں گے جہاں اس بڑے کام کی غیر معمولی دشواریاں ایسا تقاضا کریں۔ باقی تمام امور میں ہم فرد کو اُس کے حقوق کے ساتھ پروان چڑھائیں گے اور اس کی حفاظت کریں گے۔ ذاتی ملکیت، جو کہ خود مختاری کی اقتصادی بنیاد ہے، ہمارے ہاں آزاد اور معزز طور پر نشوونما پائے گی۔ ہم تو پہلے ہی اپنے غیر ماہر مزدوروں کو ذاتی ملکیت کی طرف بلند کرنے لگے ہیں۔

کاروباری جذبے کو ہر ممکن طریقے سے فروغ دیا جائے گا۔ صنعتوں کا قیام ایک معقول محصولاتی نصب العین، سستے خام مال کی فراہمی، اور صنعتی اعداد و شمار کے ایک دفتر اور اس کی جانب سے سرکاری اعلانات کے ذریعے تقویت پائے گا۔

کاروباری جذبے کو صحت مند طریقے سے اُبھارا جا سکتا ہے۔ قیاسی اور بے منصوبہ سرگرمیوں سے گریز کیا جائے گا۔ نئی صنعتوں کے قیام کا بروقت اعلان کیا

جائے گا، تاکہ وہ تاجر، جو آدھے سال بعد کسی خیال پر پہنچیں، کسی صنعت کی طرف رجوع کر سکیں، ایسا نہ ہو کہ وہ بحران یا بدحالی میں بتلا ہو جائیں۔ چونکہ کسی نئی منصوبے کا مقصد سماج کو اطلاع دینا ہوگا، اس لیے کاروباری حالات ہر وقت ہر ایک کو معلوم ہوں گے۔ مزید یہ کہ تاجروں کو مرکزی انداز میں فراہم کی گئی کارکن کی قوت مہیا کی جائے گی۔ تاجر خدمات کی فراہمی کے مرکزی دفتر سے رجوع کرے گا، جو اس سے صرف اتنی فیس وصول کرے گا جو خود کفالت کے لیے ضروری ہو۔ تاجر تار بھیجے گا: "مجھے کل کے لیے، تین دن، تین ہفتے یا تین ماہ کے لیے پانچ سو غیر ماہر کارکن درکار ہیں۔" اگلے دن اُس کی زرعی یا صنعتی تجارت گاہ پر وہ مطلوبہ پانچ سو کارکن پہنچ جائیں گے، جنہیں خدمات کے مرکز نے اِدھر اُدھر سے، جہاں وہ دستیاب تھے، جمع کیا ہوگا۔ یوں بے ترتیب ملازمت کو باقاعدہ ایک منظم اور مفید ادارے میں تبدیل کیا جائے گا۔ یقیناً، کوئی

غلام مزدور نہیں دیے جائیں گے، بلکہ صرف سات گھنٹے کے کارکن، جو اپنا نظم و ضبط برقرار رکھیں گے، جنہیں مقام کی تبدیلی کے باوجود درجہ، ترقی، اور وظیفہ کی ملازمتی مدت شمار ہوتی رہے گی۔ آزاد تاجر اگر چاہے تو کہیں اور سے بھی اپنے کارکن حاصل کر سکتا ہے پر غالباً وہ ایسا کر نہیں سکے گا۔ غیر یہودی مزدور کاریگروں کو ریاست میں لانے کی کوشش معاشرت ناکام بنا دے گی، سرکش صنعت کاروں کے مقاطع، آمدورفت میں رکاوٹوں، اور ایسے ہی دیگر طریقوں سے۔ یوں وہ سات گھنٹے والے کارکن لینا پڑیں گے۔ اس طرح ہم تقریباً ناگزیر طور پر سات گھنٹے کے معمول کے دن کی طرف بڑھتے ہیں۔

ماہر کاریگروں کی آبادکاری

یہ بات واضح ہے کہ جو کچھ غیر ماہر مزدوروں کے لیے نافذ ہے، وہ ماہر کاریگروں کے لیے اور بھی آسان ہے۔

کارخانوں کے جزوی کاریگر انہی اصولوں کے تحت

لائے جاسکتے ہیں۔ خدمات کی فراہمی کا مرکزی دفتر ان کا انتظام کرے گا۔ اب جو خودمختار ہنرمند کاریگر ہیں، چھوٹے درجے کے استاد کاریگر، جن کی ہم، آئندہ تکنیکی ترقیات کے پیش نظر، خوب حفاظت کرنا چاہتے ہیں، جنھیں ہم تکنیکی علم دینا چاہتے ہیں، چاہے وہ اب نوجوان نہ بھی ہوں، اور جن تک ندیوں کی آبی توانائی اور بجلی کے تاروں میں روشنی پہنچائی جانی چاہیے، یہ خودمختار کاریگر بھی معاشرت کے مرکزی دفتر کے ذریعے تلاش کیے جائیں گے اور لائے جائیں گے۔
یہاں پر علاقائی شاخ مرکزی دفتر سے رجوع کرے گی: ہمیں اتنے اتنے بڑھئی، تارگر، شیشہ گر وغیرہ درکار ہیں، مرکزی دفتر اس کا اعلان کرے گا۔ لوگ خود کو داخل دفتر کروائیں گے۔ وہ اپنے خاندانوں سمیت اُس مقام کی طرف کوچ کریں گے جہاں ان کی ضرورت ہو، اور وہیں آباد ہو جائیں گے، کسی الجھی ہوئی مسابقت سے دبے بغیر۔ ان کے لیے ایک پائیدار، اچھی جائے

پناہ وجود میں آجائے گی۔

حصولِ مال

یہودی انجمن کے لیے حصصی سرمایہ ایک فرضی اور شاندار رقم کے طور پر منظور کیا گیا۔ حصصی سرمایے کی اصل ضروری مقدار مالی ماہرین کے ذریعے طے کی جانی چاہیے۔ بہر حال ایک بہت بڑی رقم۔ یہ رقم کیسے اکٹھی کی جائے؟ اس کے لیے تین شکلیں ہیں جن پر سماج غور کرے گا۔ سماج، یہ عظیم اخلاقی شخصیت، یہودیوں کا سرپرست، ہمارے پاکیزہ ترین اور بہترین آدمیوں پر مشتمل ہے جو معاملے سے کوئی مالی فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور نہ ہی اٹھا سکیں گے۔ اگرچہ معاشرہ شروع میں صرف ایک اخلاقی اختیار ہی رکھ سکتا ہے، پھر بھی یہ یہودی انجمن کو یہودی قوم کے سامنے تصدیق کے قابل بنانے کے لیے کافی ہوگا۔ یہودی انجمن کو کاروباری کامیابی کی صرف اسی صورت میں توقع ہو سکتی ہے جب وہ سماج کے ذریعے تصدیق شدہ ہو۔ لہٰذا یہودی انجمن

بنانے کے لیے رقم والے لوگوں کا کوئی بھی گروہ اکٹھا نہیں ہو سکے گا۔ معاشرہ جانچے گا، منتخب کرے گا اور مقرر کرے گا اور قیام کی منظوری سے پہلے منصوبے کے دیانت دارانہ نفاذ کے لیے تمام ضروری ضمانتیں حاصل کر لے گا۔ ناکافی قوتوں کے ساتھ تجربات نہیں کیے جانے چاہئیں، کیونکہ یہ کاروبار پہلی ہی ضرب میں کامیاب ہونا چاہیے۔ معاملے کی ناکامی پوری سوچ کو دہائیوں کے لیے بدنام کر دے گی اور شاید ہمیشہ کے لیے ناممکن بنا دے گی۔

حصصی سرمایہ اکٹھا کرنے کی تین شکلیں یہ ہیں:

۱۔ اعلیٰ بینک کے ذریعے؛

۲۔ اوسط بینک کے ذریعے؛

۳۔ عوام کے داخلِ دفتر کے ذریعے۔

اعلیٰ بینک کے ذریعے قیام سب سے آسان، تیز اور محفوظ ہو گا۔ وہاں موجودہ بڑے مالی گروہوں کے اندر ایک سادہ مشاورت کے ذریعے ضروری رقم انتہائی

قلیل وقت میں حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اربوں روپے اس فرضی رقم پر قائم رہتے ہوئے فوری طور پر مکمل طور پر جمع نہیں کرنے پڑیں گے۔ اس کا ایک اور فائدہ یہ ہوگا کہ ان طاقتور مالی گروہوں کا قرض بھی کاروبار کو ملے گا۔ یہودی مالی طاقت میں ابھی بہت سی غیر مستعمل سیاسی قوتیں سو رہی ہیں۔ یہودیت کے دشمن اس مالی طاقت کو اتنا مؤثر پیش کرتے ہیں جتنا کہ وہ ہو سکتی ہے، لیکن حقیقت میں ایسی نہیں ہے۔ غریب یہودی صرف اس نفرت کو محسوس کرتے ہیں جو یہ مالی طاقت پیدا کرتی ہے؛ اس سے ہونے والی اپنی مصیبتوں کی کمی کا فائدہ غریب یہودیوں کو نہیں ملتا۔ بڑے مالی یہودیوں کی قرض پالیسی کو قومی سوچ کی خدمت میں لگایا جانا چاہیے۔ لیکن اگر یہ حضرات، جو اپنی حالت سے بالکل مطمئن ہیں، اپنے قبیلے کے بھائیوں کے لیے کچھ کرنے کو تیار نہیں ہوتے، جنہیں چند افراد کی بڑی دولت کے لیے غلط طور

پر

ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے، تو اس منصوبے کی تکمیل ان کے اور باقی یہودیت کے درمیان ایک صاف ستھری تقسیم کرنے کا موقع فراہم کرے گی۔
اعلیٰ بینک سے، بہر حال، یہ ہرگز مطالبہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ اتنی خطیر رقم خیرات کے طور پر فراہم کرے۔ یہ ایک احمقانہ مطالبہ ہوگا۔ یہودی انجمن کے بانیوں اور حصص داروں کو، بلکہ، ایک اچھا کاروبار کرنا چاہیے، اور وہ پہلے ہی سے حساب لگا سکیں گے کہ انہیں کون سے مواقع حاصل ہوں گے۔ اس لیے کہ یہودیوں کی جماعت کے پاس تمام دستاویزات اور وسائل موجود ہوں گے جن سے یہودی انجمن کے امکانات کا اندازہ لگایا جا سکے گا۔ یہودیوں کی جماعت خاص طور پر نئی یہودی تحریک کے دائرے کی پوری طرح تحقیق کر چکی ہوگی اور انجمن کے بانیوں کو بالکل قابل اعتماد طریقے سے بتا سکے گی کہ انہیں کس حد تک شرکت کی توقع کرنی چاہیے۔ ہر پہلو کا احاطہ کرنے والی جدید یہودی

شماریات تیار کر کے، سماج انجمن کے لیے وہ کام کروائے گا جو فرانس میں بہت بڑے کاروبار کی مالیات کا انتظام کرنے سے پہلے ایک "مطالعاتی جماعت" کیا کرتی ہے۔

معاملہ شاید بڑے یہودی مالدار کی مہنگی حمایت حاصل نہ کر سکے۔ یہ لوگ شاید اپنے خفیہ نوکروں اور کارندوں کے ذریعے ہماری یہودی تحریک کے خلاف جنگ چھیڑنے کی کوشش بھی کریں۔ ایسی جنگ کا ہم بھی، جیسا ہر جنگ کا جس میں ہمیں مجبور کیا جائے، بے رحم سختی سے مقابلہ کریں گے۔

بڑے مالدار شاید صرف منہ پھیر کر مسکراتے ہوئے بات کو ٹال دینے پر ہی اکتفا کریں۔

کیا اس سے معاملہ ختم ہو جائے گا؟

نہیں۔

پھر مال کا حصول دوسرے درجے پر آ جائے گا، یعنی درمیانی حیثیت کے یہودیوں تک۔ یہودی اوسط بینک

کو قومی سوچ کے نام پر اعلیٰ بینک کے خلاف اکٹھا کر کے ایک دوسری خوفناک مالی قوت بنانا پڑے گا۔ اس کا یہ نقصان ہوگا کہ پہلے تو صرف ایک مالی کاروبار بن کر رہ جائے گا، کیونکہ اربوں روپے پورے پورے جمع کرنے پڑیں گے ورنہ آغاز ہی نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ پیسہ آہستہ آہستہ استعمال میں آئے گا، اس لیے پہلے سالوں میں طرح طرح کے بینکاری اور قرض کے کاروبار ہوتے رہیں گے۔ یہ بعید نہیں کہ رفتہ رفتہ اصل مقصد فراموش ہو جائے، درمیانی حیثیت کے یہودیوں کو ایک نیا بڑا کاروبار مل جائے، اور یہودی نقل مکانی دلدل میں پھنس جائے۔

مال کے اس حصول کا خیال ہر گز خیالی نہیں ہے، یہ بات معلوم ہے۔ کئی بار تو کوشش کی گئی کہ کیتھولک مال کو اعلیٰ بینک کے خلاف اکٹھا کیا جائے کہ یہودی مال سے بھی اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، اس پر اب تک غور نہیں کیا گیا تھا۔

لیکن اس سب کے نتیجے میں کیا کیا بحران آئیں گے۔ وہ ممالک، جہاں ایسے مالی معرکے ہوں گے، کیسے نقصان اٹھائیں گے، ان حالات میں یہود دشمنی کس طرح سر اٹھائے گی۔

مجھے یہ طریقہ پسند نہیں، میں اس کا ذکر صرف اس لیے کر رہا ہوں کہ یہ سوچ کی منطقی ترقی میں آتا ہے۔

کیا درمیانی بینک اس معاملے کو اٹھائیں گے، یہ بھی مجھے معلوم نہیں۔

بہر حال معاملہ درمیانی حیثیت کے لوگوں کے انکار سے بھی ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ تب تو یہ پوری طرح شروع ہوتا ہے۔

کیونکہ یہودیوں کا سماج، جو تاجروں پر مشتمل نہیں ہے، تب انجمن کی بنیاد عوام پر رکھنے کی کوشش کر سکتی ہے۔

انجمن کا حصصی سرمایہ کسی اعلیٰ بینک یا اوسط بینک کے اتحاد کی ثالثی کے بغیر، براہ راست عوام کو داخلِ دفتر

کرنے کے اعلان کے ذریعے اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ نہ صرف غریب چھوٹے یہودی، بلکہ وہ عیسائی بھی جو یہودیوں سے چھٹکارا چاہتے ہیں، اس رقم کے حصول میں حصہ لیں گے جو بہت چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہوگی۔ یہ عام لوگوں کی رائے شماری کی ایک انوکھی اور نئی شکل ہوگی، جہاں جو کوئی یہودی سوال کے اس حل کی حمایت کرنا چاہے، وہ اپنی رائے ایک مشروط اندراج کے ذریعے ظاہر کر سکے گا۔ اس شرط میں ہی اچھی ضمانت پوشیدہ ہے۔ پوری ادائیگی صرف تب کی جائے گی جب پوری رقم اندراج ہو چکی ہو، ورنہ پیشگی رقم واپس کر دی جائے گی۔ لیکن اگر پوری ضروری رقم پوری دنیا میں عوامی چندے کے ذریعے پوری ہو جاتی ہے، تو ہر ایک چھوٹی رقم لاکھوں دوسری چھوٹی رقم کی وجہ سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

اس کے لیے، ظاہر ہے، متعلقہ حکومتوں کی صریح، فیصلہ کن مدد درکار ہوگی۔

مقامی گروہ
منتقلی

اب تک صرف یہ دکھایا گیا کہ معاشی ہلچل کے بغیر ہجرت کیسے کی جائے۔ لیکن ایسی ہجرت میں بہت سی شدید، گہری جذباتی ہلچلیں بھی ہوتی ہیں۔ پرانی عادتیں، یادیں ہیں جن سے ہم انسان اپنی جگھوں سے جڑے ہوتے ہیں۔ ہمارے پنگھوڑے ہیں، ہماری قبریں ہیں، اور یہودی دل کے لیے قبروں کی کیا اہمیت ہے سب جانتے ہیں۔ پنگھوڑے ہم ساتھ لے جائیں گے ان میں ہمارا مستقبل گلابی اور مسکراتا ہوا سو رہا ہے۔ ہماری پیاری قبریں ہمیں پیچھے چھوڑنی پڑیں گی میرا خیال ہے ان سے جدا ہونا ہمارے لالچی قوم کے لیے سب سے مشکل ہوگا۔ لیکن یہ ہونا ضروری ہے۔

پہلے ہی معاشی پریشانی، سیاسی دباؤ، سماجی نفرت ہمیں ہمارے رہائشی مقامات اور ہماری قبروں سے دور کر رہی ہے۔ یہودی پہلے ہی ہر لمحے ایک ملک سے

دوسرے ملک منتقل ہو رہے ہیں؛ ایک زبردست تحریک تو سمندر پار متحدہ ریاستوں کی طرف جا رہی ہے جہاں ہمیں بھی ناپسند کیا جاتا ہے۔ جب تک ہمارا اپنا وطن نہیں ہوگا، ہمیں کون پسند کرے گا؟

پر ہم یہودیوں کو وطن دینا چاہتے ہیں۔ انہیں زبردستی ان کی زمینوں سے اکھاڑ کر نہیں۔ نہیں، بلکہ انہیں ان کی پوری جڑوں کے ساتھ احتیاط سے اکھاڑ کر بہتر زمین میں منتقل کر کے۔ جیسا کہ ہم معاشی اور سیاسی طور پر نئے تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں، ویسے ہی ہم جذباتی طور پر ہر پرانی چیز کو مقدس سمجھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس بارے میں صرف چند اشارے۔ یہاں سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ منصوبہ کو کوئی خبط سمجھ لیا جائے۔

اور پھر بھی یہ ممکن اور حقیقی ہے، صرف یہ کہ حقیقت میں یہ ایک الجھی ہوئی اور بے بس چیز کی طرح نظر آتا ہے۔ انجمن کے ذریعے یہ معقول ہو سکتا ہے۔

گروہی ہجرت

ہمارے لوگ گروہوں میں مل کر ہجرت کریں۔ خاندانوں اور دوستوں کے گروہوں میں۔ کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنے موجودہ رہائشی مقام کے گروہ سے وابستہ ہو۔ ہر شخص، اپنے معاملات طے کرنے کے بعد، جیسے چاہے سفر کر سکتا ہے۔ ہر شخص اپنے خرچ پر، ٹرین اور جہاز کے اُس درجے میں سفر کرے گا جو اُسے پسند ہو۔ ہماری ٹرینیں اور ہمارے جہاز شاید صرف ایک درجے کے ہوں۔ اتنی لمبی مسافت پر دولت کا فرق غریبوں کو پریشان کرتا ہے۔ اور اگرچہ ہم اپنے لوگوں کو عیش و آرام کے ساتھ نہیں لے جا رہے، پھر بھی ہم راستے میں اُن کا دل نہیں بجھانا چاہتے۔

عُسرت میں کوئی سفر نہیں کرے گا۔ شائستہ آسائش کے لیے، تاہم، ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ لوگ بہت پہلے سے طے کر لیں گے کیونکہ بہترین صورت میں بھی تحریک کا مختلف دولت والے طبقوں میں بہنا

ابھی سالوں لگے گا خوشحال لوگ سفر کی جماعتیں بنائیں گے۔ تمام ذاتی تعلقات ساتھ لے جائیں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ، امیر ترین کو چھوڑ کر، یہودیوں کا عیسائیوں کے ساتھ تقریباً کوئی میل جول نہیں ہے۔ بعض ممالک میں ایسا ہے کہ یہودی، جو چند چمچے، قرض خور اور یہودی نوکر نہیں رکھتا، سرے سے کوئی عیسائی جانتا ہی نہیں ہے۔ اندرونی طور پر گھیٹو قائم ہے۔

اس لیے متوسط طبقے کے لوگ روانگی کی لمبی اور احتیاط سے تیاری کریں گے۔ ہر مقام اپنا گروہ بنائے گا۔ بڑے شہروں میں کئی گروہ محلے کے لحاظ سے بنیں گے جو ایک دوسرے سے منتخب نمائندوں کے ذریعے رابطہ رکھیں گے۔

یہ علاقائی تقسیم کچھ لازمی نہیں ہے۔ یہ دراصل صرف کم آسودہ لوگوں کی سہولت کے لیے ہے اور سفر کے دوران کوئی تکلیف، کوئی گھر کی یاد نہ آنے پائے۔ ہر شخص آزاد ہے کہ تنہا سفر کرے یا جس مقامی گروہ سے

چاہے شامل ہو جائے۔ شرائط درجوں میں تقسیم سب کے لیے یکساں ہیں۔ اگر کوئی سفر جماعت کافی بڑی تعداد میں منظم ہو جائے تو اُسے انجمن سے پوری ٹرین اور پھر پورا جہاز مل جائے گا۔

غریبوں کے لیے مناسب قیام و طعام کا انتظام انجمن کا رہائشی دفتر کرے گا۔ اس کے بعد کے وقت میں، جب خوشحال لوگ ہجرت کریں گے، تو اس تسلیم شدہ، شاید پیشگی دیکھی جانے والی ضرورت نے پہلے ہی آزاد کاروباریوں کے ہوٹلوں کو جنم دے دیا ہوگا۔ نیز خوشحال مہاجر تو پہلے ہی اپنے گھر بنا چکے ہوں گے، تاکہ انہیں چھوڑے ہوئے پرانے گھر سے تیار نئے گھر میں صرف منتقل ہونا پڑے۔

ہمارے سارے دانشور طبقے کو ان کا کام بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہر وہ شخص جو قومی سوچ سے وابستہ ہوگا، جان لے گا کہ اپنے حلقے میں اس سوچ کے پھیلاؤ اور عمل درآمد کے لیے کیسے کام کرنا ہے۔ ہم خصوصاً

اپنے روحانی پیشواؤں سے معاونت کی استدعا کریں گے۔

ہمارے مذہبی پیشوا

ہر گروہ کا اپنا ربی ہوگا جو اپنی جماعت کے ساتھ جائے گا۔ تمام گروہ بغیر کسی جبر کے بنیں گے۔ مقامی گروہ ربی کے گرد تشکیل پائے گا۔ جتنے ربی، اتنے مقامی گروہ۔ ربی ہی پہلے ہماری بات سمجھیں گے، پہلے اس معاملے کے لیے جوش پیدا کریں گے اور منبر سے دوسروں میں جوش بھریں گے۔ فضول باتیں کرنے والے کسی خصوصی اجلاس کو بلانے کی ضرورت نہیں۔ عبادت گاہ کی تقریب میں یہ کام شامل ہوگا اور یہی ہونا چاہیے۔ ہم اپنی تاریخی وابستگی صرف اپنے آباؤ اجداد کے عقیدے سے پہچانتے ہیں، کیونکہ ہم مختلف قوموں کی زبانیں اپنے اندر ناقابل مٹا نشانوں کے ساتھ جذب کر چکے ہیں۔

ربی اب باقاعدگی سے جماعت اور انجمن کے اعلانات موصول کریں گے اور انہیں اپنی جماعت کے سامنے

بیان اور واضح کریں گے۔ یہودی قوم ہمارے لیے، اپنے لیے دعا کرے گی۔

مقامی گروہوں کے قابلِ اعتماد نمائندگان

مقامی گروہ ربی کی صدارت میں چھوٹی قابلِ اعتماد نمائندگان کی مجالس قائم کریں گے۔ یہاں تمام عملی معاملات مقامی ضروریات کے مطابق مشورے سے طے کیے جائیں گے۔ خیراتی اداروں کو مقامی گروہوں کے ذریعے آزادانہ منتقل کیا جائے گا۔ چندے سے بننے والی عمارتیں وہیں پرانے مقامی گروہ میں رہیں گی، میرے خیال میں عمارتوں کو فروخت نہیں کرنا چاہیے بلکہ چھوڑے گئے شہروں کے ضرورت مند عیسائیوں کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔ وہاں زمین کی تقسیم کے وقت مقامی گروہوں کو اس کا بدلہ دیا جائے گا کہ انہیں مفت تعمیراتی رقبہ جات اور ہر قسم کی تعمیری سہولتیں ملیں گی۔

خیراتی اداروں کی منتقلی کے موقع پر، جیسا کہ اس منصوبہ

کے کئی دیگر مقامات پر، پوری انسانیت کی بھلائی کے لیے تجربہ کرنے کا موقع ملے گا۔ ہمارے موجودہ الجھے ہوئے ذاتی خیراتی کام، خرچ کی گئی محنت کے مقابلے میں کم فائدہ پہنچاتے ہیں۔ خیراتی اداروں کو ایک ایسے نظام میں لانا ممکن اور لازمی ہے جہاں وہ ایک دوسرے کی تکمیل کریں۔ ایک نئے سماج میں یہ ادارے جدید شعور کی بنیاد پر اور تمام سماجی سیاسی تجربات کی روشنی میں قائم کیے جا سکتے ہیں۔ یہ معاملہ ہمارے لیے بہت اہم ہے کیونکہ ہمارے ہاں بہت سے بھیک منگ ہیں۔ بیرونی دباؤ جو انہیں بے ہمت کرتا ہے اور امیروں کی نرم دلی پر مبنی خیرات جو انہیں عادی بنا دیتی ہے، کی وجہ سے ہمارے لوگوں میں کمزور فطرت والے آسانی سے بھیک مانگنے لگتے ہیں۔

انجمن، مقامی گروہوں کی مدد سے، اس پہلو سے عوامی تعلیم پر سب سے زیادہ توجہ دے گی۔ بہت سی طاقتیں جواب بے کار مرجھا رہی ہیں، ان کے لیے زرخیز زمین

مہیا کی جائے گی۔ جس میں صرف نیک نیتی ہو، اسے مناسب جگہ استعمال کیا جائے گا۔ بھکاری برداشت نہیں کیے جائیں گے۔ جو آزاد ہو کر کچھ نہیں کرنا چاہتا، اسے مشقت گھر بھیج دیا جائے گا۔

اس کے بر عکس ہم بوڑھوں کو "آسرا خانے" میں نہیں ٹھونسیں گے۔ "آسرا خانے" ہماری بے وقوفی بھلائی کی ایجاد کردہ بہت ظالمانہ سہولیات میں سے ایک ہے۔ "آسرا خانے" میں بوڑھا شخص شرم اور تکلیف سے مر جاتا ہے۔ وہ دراصل پہلے ہی دفن ہو چکا ہوتا ہے۔ پر ہم چاہتے ہیں کہ جن کی عقل سب سے نچلے درجے پر ہو، انہیں بھی آخر تک اپنی افادیت کا تسلی بخش وہم رہنے دیں۔ جو جسمانی کام کے قابل نہ ہوں، انہیں ہلکے پھلکے کام دیے جائیں۔ ہمیں پہلے سے مرجھائی ہوئی نسل کے سکڑے ہوئے بازوؤں کا سامنا ہے۔ لیکن آنے والی نسلیں آزادی میں، آزادی کے لیے نئے انداز سے پلی بڑھیں گی۔

ہم تمام عمروں، تمام زندگی کے درجوں کے لیے کام کی اخلاقی مسرت تلاش کریں گے۔ اس طرح ہماری قوم اپنی لیاقت پھر سے سات گھنٹے ملک میں پائے گی۔

شہری نقشے

مقامی گروہ اپنے مجاز نمائندوں کو جگہ کی منتقلی کے لیے بھیجیں گے۔ زمین کی تقسیم میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ محفوظ منتقلی اور ہر جائز چیز کا تحفظ ممکن ہو۔
مقامی گروہوں میں شہر کے نقشے موجود ہوں گے۔
ہمارے لوگ پہلے سے جان لیں گے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں، کس شہر میں، کس گھر میں رہیں گے۔ پہلے ہی تعمیراتی منصوبوں اور سمجھ میں آنے والی تصویروں کا ذکر ہو چکا ہے جو مقامی گروہوں میں تقسیم کی جاتی ہیں۔
جیسے انتظام میں سخت مرکزیت ہے، ویسے ہی مقامی گروہوں میں مکمل خود مختاری اصول ہے۔ صرف اسی طرح منتقلی تکلف کے بغیر ہو سکتی ہے۔
میں اسے جوں کا توں آسان نہیں سمجھتا؛ لیکن اسے

مستقل تر بھی نہیں بنانا چاہیے۔

اوسط طبقے کی کشش

درمیانے طبقے کو ناگزیر طور پر تحریک ساتھ کھینچ لے گی۔ کچھ کے بیٹے وہاں جماعت کے اہلکار یا انجمن کے ملازم ہوں گے۔ قانون دان، طبیب، ہر شعبے کے ماہرینِ فن، نوجوان تاجر، تمام یہودی جواب اپنے آبائی ممالک کی تنگی سے نکل کر دوسرے خطوں میں روزگار کی تلاش میں نکلتے ہیں، وہ امید افزا زمین پر جمع ہوں گے۔ دوسروں نے اپنی بیٹیوں کا رشتہ ایسے ترقی پسند لوگوں سے کر دیا ہوگا۔ پھر ہمارے نوجوانوں میں سے کوئی اپنی منگیتر کو، کوئی اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو اپنے پیچھے بلائے گا۔ نئی ثقافتوں میں جلد شادی ہوتی ہے۔ یہ عمومی اخلاقیات کے لیے فائدہ مند ہوگا، اور ہمیں طاقتور نسل ملے گی؛ نہ کہ ان کمزور بچوں کی جو دیر سے شادی کرنے والے باپوں کی اولاد ہوں جنھوں نے پہلے ہی زندگی کی کشمکش میں اپنی توانائی گھٹا دی ہو۔

اوسط طبقے میں ہمارا ہر مہاجر دوسروں کو اپنے پیچھے کھینچتا ہے۔

بہادر لوگوں کو فطری طور پر نئی دنیا کی بہترین چیزیں ملیں گی۔ اب ظاہر یہ ہوتا ہے کہ گویا منصوبے کی سب سے بڑی مشکل یہی ہے۔ چاہے ہم یہودی مسئلہ کو دنیا کی سنجیدہ بحث میں پیش کرنے میں کامیاب ہو جائیں، چاہے اس بحث سے یہ بالکل واضح ہو جائے کہ یہودی ریاست دنیا کی ضرورت ہے، چاہے ہم طاقتوں کی حمایت سے کسی علاقے کی خودمختاری حاصل کر لیں: پھر بھی ہم یہودی عوام کو زبردستی کیے بغیر ان کے موجودہ رہائشی مقامات سے اس نئے ملک میں کیسے لائیں گے؟ آخر ہجرت کو ہمیشہ آزادانہ سوچا گیا ہے؟

عوامی کیفیت

تحریک کا مشکل آغاز شاید ضروری نہ ہو۔ یہودی دشمن یہ کام ہمارے لیے پہلے ہی کر رہے ہیں۔ انہیں صرف اتنا کرنا ہے جتنا اب تک کرتے آئے ہیں، اور یہودیوں

یہودیوں میں ہجرت کی خواہش جاگ اٹھے گی جہاں اب نہیں ہے، اور مضبوط ہو جائے گی جہاں پہلے سے موجود ہے۔ اگر یہودی اب یہودی دشمن ممالک میں رہ رہے ہیں، تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تاریخ سے ناواقف لوگ بھی جانتے ہیں کہ صدیوں میں متعدد بار جگہ بدلنے سے ہمارا مستقل فائدہ نہیں ہوا۔ اگر آج کوئی ملک ہوتا جو یہودیوں کو خوش آمدید کہتا اور انہیں وہ فوائد دیتا جو یہودی ریاست کے قیام کے بعد ملنے والے فوائد سے بہت کم ہوتے، تو فوری طور پر یہودیوں کی ایک بڑی تعداد وہاں کھنچی چلی جاتی۔ غریب ترین، جن کے پاس کھونے کے لیے کچھ نہیں، وہ گھسٹتے ہوئے وہاں پہنچ جاتے۔ لیکن میں دعویٰ کرتا ہوں، اور ہر شخص اپنے دل میں جان سکتا ہے کہ یہ سچ ہے، کہ ہمارے اوپر پڑنے والے دباؤ کی وجہ سے ہمارے خوشحال طبقوں میں بھی ہجرت کی خواہش موجود ہے۔ غریب ترین لوگ ریاست کی بنیاد رکھنے کے لیے کافی ہوتے، بلکہ وہ زمین

پر قبضے کے لیے سب سے زیادہ اہل لوگ ہوتے ہیں، کیونکہ بڑے کاروبار کے لیے انسان کے اندر تھوڑی سی مایوسی ضرور ہونی چاہیے۔ لیکن جب ہمارے مایوس لوگ اپنی موجودگی، اپنے کام سے زمین کی قیمت بڑھاتے ہیں، تو وہ آہستہ آہستہ زیادہ دولت مندوں کے لیے بھی کشش پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ بھی پیچھے چلیں۔

اعلیٰ طبقے بھی ہجرت میں دلچسپی لینے لگیں گے۔ پہلے غریب ترین لوگوں کی ہجرت کی قیادت سماج اور انجمن مل کر کریں گے اور اس میں پہلے سے موجود ہجرت اور صیہونی تنظیموں کی حمایت بھی ملے گی۔

بغیر حکم کے عوام کو ایک مقام کی طرف کیسے موڑا جائے؟

کچھ بڑے یہودی خیرات کرنے والے ہیں جو صیہونی تجربات کے ذریعے یہودیوں کے دکھ کم کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے خیراتی لوگوں کو اس سوال پر غور کرنا پڑا، اور

انہوں نے سمجھا کہ اگر مہاجروں کو پیسے یا کام کا سامان دے دیا جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ خیراتی شخص کہتا تھا: "میں لوگوں کو مال دیتا ہوں تاکہ وہ وہاں جائیں۔" یہ بنیادی طور پر غلط ہے اور دنیا کا سارا مال لگا کر بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

انجمن اس کے بر عکس کہے گی: "ہم انہیں مال نہیں دیں گے، ہم ان سے مال لیں گے۔ صرف ہم ان کے سامنے کچھ پیش کریں گے۔"

میں اسے ایک مزاحیہ مثال سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ ان خیراتی حضرات میں سے ایک، جسے ہم بیرون کہیں گے، اور میں پیرسؔ کے قریب لونگ شیمپ کے میدان میں ایک گرم دوپہر کو لوگوں کا ہجوم چاہتا ہوں۔ بایرونؔ اگر ہر ایک کو دس فرانک دینے کا وعدہ کرے، تو دولاکھ فرانک میں بیس ہزار پسینہ پسینہ، ناخوش لوگ لے آئے گا جو اسے گالیاں دیں گے کہ اس نے ان پر یہ مصیبت ڈالی۔

مَیں اس کے بر عکس یہ دولاکھ فرانک تیز ترین گھوڑے کے انعام کے لیے رکھوں گا اور پھر لوگوں کو لونگ شیمپ کی باڑوں سے روکوں گا۔ جو اندر آنا چاہے، ادا کرے: ایک فرانک، پانچ فرانک، بیس فرانک۔

نتیجہ یہ ہوگا کہ میں پانچ لاکھ لوگ وہاں لے آؤں گا، جمہوریہ کا صدر بلیڈومونٹ گاڑی چلائے گا، ہجوم خود لطف اندوز ہوگا اور خوش ہوگا۔ زیادہ تر کے لیے دھوپ اور دھول کے باوجود کھلی ہوا میں یہ ایک خوش کن حرکت ہوگی، اور میں نے دولاکھ فرانک کے بدلے دس لاکھ فرانک داخلے فیس اور جوئے کے محصول میں وصول کیے۔ میں جب چاہوں وہی لوگ دوبارہ وہاں ہوں گے؛ بیرون نہیں بیرون کسی قیمت پر نہیں۔

میں عوامی کیفیت کو فوراً ہی روٹی کی تلاش میں زیادہ سنجیدگی سے دکھانا چاہتا ہوں۔ کسی شہر کی گلیوں میں اعلان کرنے دیجیے: "جو شخص ہر طرف سے کھلے لوہے کے خیمے میں سردیوں میں سخت ٹھنڈ میں، گرمیوں میں تپتی گرمی میں

سارا دن کھڑا رہے، ہر گزرنے والے کو مخاطب کرے اور اسے پرانا سامان یا مچھلی یا پھل پیش کرے، اسے دو یا چار فرانک یا جو چاہے ملے گا۔"

کتنے لوگ شاید وہاں آئیں گے؟ اگر بھوک انہیں دھکیلے، تو کتنے دن برداشت کریں گے؟ اگر برداشت کر لیں، تو کس جوش سے گزرنے والوں کو پھل، مچھلی یا پرانا سامان خریدنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کریں گے؟

ہم اسے مختلف طریقے سے کریں گے۔ ان مقامات پر جہاں بڑی آمدورفت ہو، اور یہ مقامات ہم آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں کیونکہ ہم خود آمدورفت کو جہاں چاہیں موڑ سکتے ہیں، ان مقامات پر ہم وسیع خیمے بنائیں گے اور انہیں کہیں گے: بازار۔ ہم خیموں کو ان سے بدتر، صحت کے لیے نقصان دہ بنا سکتے تھے، پھر بھی لوگ ہماری طرف دوڑتے۔ لیکن ہم انہیں خوبصورت اور بہتر، اپنی پوری خیر خواہی سے بنائیں گے۔ اور یہ لوگ، جن سے ہم نے کچھ وعدہ نہیں کیا، کیونکہ ہم بغیر دھوکے

کے ان سے کچھ وعدہ نہیں کر سکتے، یہ دیانت دار، کاروباری لوگ مذاق کرتے ہوئے زندہ بازار کی آمدورفت پیدا کریں گے۔ وہ خریداروں کو بلا تھکے گے، وہ اپنے پیروں پر کھڑے رہیں گے اور تھکن بمشکل محسوس کریں گے۔ وہ نہ صرف ہر روز پہلے آنے کے لیے دوڑیں گے، بلکہ اتحادی گروہ، گٹھ جوڑ، ہر ممکن بندھن بنائیں گے، تاکہ یہ روزگار کی زندگی بغیر رکاوٹ کے چل سکے۔ اور اگرچہ شام کو یہ ظاہر ہو کہ انہوں نے ساری دیانت دارانہ محنت سے صرف ڈیڑھ مارک یا تین فرانک یا جو چاہیں کمائے ہیں، پھر بھی وہ اگلے دن کی امید سے دیکھیں گے جو شاید بہتر ہو گا۔

ہم نے انہیں امید بخشی ہے۔

کیا کوئی جاننا چاہتا ہے کہ ہم بازاروں کے لیے درکار ضروریات کہاں سے لائیں گے؟ کیا واقعی اب بھی یہ کہنا پڑے گا؟

میں نے پہلے دکھایا تھا کہ "کام کے ذریعے مدد" سے

پندرہ گنا آمدنی پیدا ہوتی ہے۔ دس لاکھ سے ڈیڑھ کروڑ، ارب سے پندرہ ارب۔

ہاں، کیا بڑے پیمانے پر بھی یہ چھوٹے پیمانے کی طرح درست ہے؟ کیا سرمائے کی آمدنی بلندی پر گھٹتی ہوئی ترقی رکھتی ہے؟ ہاں، سوئے ہوئے، بزدلی سے چھپے سرمائے کی، نہ کہ کام کرنے والے کی۔ کام کرنے والے سرمائے کی تو بلندی پر ہولناک حد تک بڑھتی ہوئی آمدنی ہوتی ہے۔ یہی تو سماجی مسئلہ ہے۔

کیا جو میں کہتا ہوں درست ہے؟ میں اس کے لیے امیر ترین یہودیوں کو گواہ بنا رہا ہوں۔ یہ لوگ اتنی مختلف صنعتوں میں کیوں مصروف ہیں؟ کیوں لوگوں کو زمین کے نیچے بھیجتے ہیں تاکہ بھوکے معاوضے پر خوفناک خطرات میں کوئلہ نکالیں؟ میں اسے نہ تو اپنے لیے خوشگوار سمجھتا ہوں، نہ کان کے مالکوں کے لیے۔ میں سرمایہ داروں کی بے دردی پر یقین نہیں رکھتا اور ایسا نہیں دکھا رہا کہ گویا میں یقین رکھتا ہوں۔ میں ہیجانی

کیفیت پیدا نہیں کرنا چاہتا بلکہ صلح کروانا چاہتا ہوں۔
کیا مجھے عوام کی کیفیت اور انہیں من مانی جگہوں کی طرف کھینچنے کا طریقہ مذہبی زیارتی سفروں سے بھی بیان کرنا پڑے گا؟
میں نہیں چاہتا کہ کسی کی مقدس جذبات کو ایسے الفاظ سے مجروح کروں جن کی غلط تعبیر ہو سکتی ہے۔
صرف مختصراً اشارہ کرتا ہوں کہ اسلامی دنیا میں مکہؐ کی طرف حاجیوں کا سفر کیا ہے، کیتھولک دنیا میں لوردزاور بے شمار دوسرے مقامات کہاں ہیں جہاں سے لوگ اپنے ایمان سے تسلی پا کر واپس آتے ہیں، اور ٹرائرؔ میں "مقدس چوغہ"۔ اسی طرح ہم بھی اپنے لوگوں کی گہری ایمانی ضروریات کے لیے منزل کے مقامات قائم کریں گے۔ ہمارے روحانی پیشوا ہی پہلے ہماری بات سمجھیں گے اور ہمارے ساتھ چلیں گے۔
ہم وہاں ہر شخص کو اس کی اپنی راہ پر رہنے دیں گے۔
خاص کر ہمارے پیارے آزاد خیال، ہماری لازوال

فوج جو انسانیت کے لیے ہمیشہ نئے علاقے فتح کرتی ہے۔
کسی پر بھی کوئی جبر نہیں ڈالا جائے گا سوائے ریاست اور نظم کو قائم رکھنے کے لیے ضروری جبر کے۔ اور یہ ضروری جبر کسی ایک یا چند افراد کی من مانی سے تبدیل نہیں ہوگا، بلکہ مقدس قوانین میں مضمر ہوگا۔ اگر اب میرے چنے ہوئے مثالوں سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ عوام کو صرف عارضی طور پر ایمان، روزگار یا تفریح کے ان مقامات کی طرف کھینچا جا سکتا ہے، تو اس اعتراض کا رد سادہ ہے۔ ایسا کوئی مقام صرف عوام کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ یہ تمام کشش کے مراکز مل کر انہیں مضبوطی سے تھامے رکھنے اور پائیدار تسکین دینے کے لیے موزوں ہیں۔ کیونکہ یہ کشش کے مراکز مل کر ایک عظیم وحدت بناتے ہیں، ایک دیرینہ مطلوب چیز جس کی خواہش ہماری قوم نے کبھی ترک نہیں کی؛ جس کے لیے وہ قائم رہی، جس کے لیے دباؤ کے تحت

اسے قائم رکھا گیا : آزاد وطن ! جب تحریک شروع ہو گی تو ہم کچھ کو پیچھے کھینچیں گے ، کچھ ہمارے پیچھے بہہ آئیں گے ، کچھ بہہ کر آ جائیں گے ، اور کچھ کو ہماری طرف دھکیلا جائے گا۔

یہ جو ہچکچاتے ہوئے دیر سے آنے والے ہیں، وہ دونوں جانب بدترین حالت میں ہوں گے۔

پر پہلے لوگ، جو ایماندار، پرجوش اور بہادر ہو کر منتقل ہوں گے ، انہیں بہترین مقامات ملیں گے۔

ہمارے انسانی وسائل

کسی قوم کے بارے میں یہودیوں جتنے غلط تصورات نہیں پھیلے اور ہم اپنے تاریخی مصائب سے اتنا دبے اور مایوس ہوئے ہیں کہ خود ان غلطیوں کو دہراتے اور مانتے ہیں۔ ان میں سے ایک جھوٹا دعویٰ یہودیوں کا بے پناہ تجارتی رجحان ہے۔ حالانکہ معلوم ہے کہ جہاں ہم ابھرتی ہوئی طبقاتی تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں، وہاں ہم تجارت سے جلدی دور ہو جاتے ہیں۔ زیادہ تر

یہودی تاجر اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں۔ اسی سے تو تمام تعلیم یافتہ پیشوں کی "یہودیت" کہلانے والی صورت حال آئی ہے۔ مگر معاشی طور پر کمزور طبقوں میں بھی ہمارا تجارتی رجحان ہرگز اتنا نہیں جتنا سمجھا جاتا ہے۔ مشرقی یورپ کے ممالک میں یہودیوں کی بڑی تعداد ایسی ہے جو تجارت نہیں کرتی اور سخت محنت سے نہیں گھبراتی۔ یہودیوں کا سماج ہماری انسانی قوتوں کی علمی درستگی سے مکمل صحیح شماریات تیار کرنے کے قابل ہوگا۔ نئے ملک میں ہمارے لوگوں کے سامنے نئے کام اور امکانات موجودہ دستکاروں کو مطمئن کریں گے اور موجودہ چھوٹے تاجروں کو مزدور بنا دیں گے۔

ایک پھیری لگانے والا جو بھاری بوجھ لیے دیہاتوں میں پھرتا ہے، اپنے پیچھا کرنے والوں کے خیال کے برعکس خوش نہیں ہوتا۔ سات گھنٹے کے کام کے دن کے ساتھ ان تمام لوگوں کو مزدور بنایا جا سکتا ہے۔ یہ

بہت فرض شناس، ناسمجھے ہوئے لوگ ہیں اور شاید اب
سب سے زیادہ مصیبت میں ہیں۔ ویسے یہودی سماج
شروع سے ہی ان کی مزدوروں کی حیثیت سے تربیت
پر توجہ دے گا۔ کمائی کی خواہش کو صحت مند طریقے سے
ابھارا جائے گا۔ یہودی کفایت شعار، ہوشیار اور مضبوط
خاندانی جذبے سے بھرپور ہوتا ہے۔ ایسے لوگ ہر کمائی
کے کام کے لیے موزوں ہیں، اور چھوٹی تجارت کو
ناقص بنانا کافی ہوگا تاکہ موجودہ پھیری لگانے والوں کو
بھی اس سے روکا جا سکے۔ اس کے لیے مثال کے طور
پر بڑے جامع تجارتی مراکز کی حوصلہ افزائی مددگار ہوگی
جہاں سب کچھ ملتا ہے۔ یہ جامع خریداری کے مراکز اب
بڑے شہروں میں چھوٹی تجارت کو دبا رہے ہیں۔ نئی
تہذیب میں وہ اس کے وجود میں آنے کو روکیں گے۔
ان کا انتظام بیک وقت یہ فائدہ دے گا کہ ملک اعلیٰ
ضروریات والے لوگوں کے لیے فوری رہنے کے
قابل ہو جائے گا۔

چھوٹی عادتیں

کیا اس تحریر کی سنجیدگی کے مناسبت ہے کہ میں روزمرہ کی چھوٹی عادتوں اور آسانیوں کا ذکر کروں، چاہے سرسری طور پر؟

میں سمجھتا ہوں ہاں! بلکہ یہ بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ چھوٹی عادتیں ہزار دھاگوں کی مانند ہیں جن میں سے ہر ایک پتلا اور کمزور ہے مگر مل کر نہ ٹوٹنے والی رسی بن جاتی ہیں۔

اس پہلو پر بھی محدود سوچ سے آزاد ہونا چاہیے۔ جس نے دنیا دیکھی ہے وہ جانتا ہے کہ چھوٹی روزمرہ عادتیں ہی آسانی سے ہر جگہ منتقل ہوتی ہیں۔ ہاں، ہمارے دور کی تکنیکی کامیابیاں جنہیں یہ منصوبہ انسانیت کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے، اب تک زیادہ تر چھوٹی عادتوں کے لیے ہی استعمال ہوئی ہیں۔ مصر اور سوئٹزرلینڈ کی پہاڑی چوٹیوں پر انگریزی مہمان خانے ہیں، جنوبی افریقہ میں ویینی قہوہ خانے ہیں، روس

میں فرانسیسی تماشا گھر ہیں، امریکاؔ میں جرمن گانے بجانے کے اڈے ہیں اور پیرسؔ میں عمدہ باویریائی شراب ہے۔

اگر ہم پھر مصرؔ سے کوچ کریں گے تو گوشت کے برتن نہیں بھولیں گے۔

ہر مقامی گروہ میں ہر شخص اپنی چھوٹی عادتیں پھر پائے گا، بس بہتر، خوبصورت، خوشگوار شکل میں۔

یہودیوں کی انجمن اور یہودی ریاست

بے اجازت کام کرنے کا قانون

یہ تحریر قانونی ماہرین کے لیے نہیں ہے؛ اس لیے میں ریاست کی قانونی بنیاد کے اپنے نظریے کا صرف سرسری ذکر کر سکتا ہوں، جیسے بہت سی دوسری باتیں۔

پھر بھی میں اپنے نئے نظریے پر کچھ زور دینا چاہتا ہوں جو شاید قانونی بحث میں بھی قائم رہ سکے۔

روسوؔ کا آج کی تاریخ میں پہلے ہی پرانا خیال ریاست کی

بنیاد معاشرتی معاہدے پر رکھنا چاہتا تھا۔ روسوؔ کا خیال ہے : "اس معاہدے کی شقیں بات چیت کی فطرت سے اس قدر طے ہیں کہ معمولی سی تبدیلی بھی انہیں باطل اور بے اثر کر دے گی۔ نتیجہ یہ کہ اگرچہ شاید انہیں کبھی صراحتاً نہ بھی بیان کیا گیا ہو، پھر بھی ہر جگہ یکساں، ہر جگہ خاموشی سے تسلیم اور مانا جاتا ہے وغیرہ۔"

روسوؔ کے نظریے کی منطقی اور تاریخی تردید مشکل نہیں تھی اور نہیں ہے، چاہے یہ نظریہ کتنا ہی خوفناک اور زرخیز اثر رکھتا ہو۔ جدید آئینی ریاستوں کے لیے یہ سوال کہ آیا آئین سے پہلے بھی "غیر واضح طور پر بیان شدہ مگر ناقابلِ تبدیل شقوں" والا معاشرتی معاہدہ موجود تھا، عملی دلچسپی کا حامل نہیں۔ اب حکومت اور شہریوں کے درمیان قانونی تعلق ہر صورت طے شدہ ہے۔

مگر آئین کے قیام سے پہلے اور نئی ریاست کے وجود میں آنے کے وقت یہ بنیادی اصول عملی طور پر بھی اہم ہیں۔ کہ نئی ریاستیں اب بھی وجود میں آ سکتی ہیں، ہم

جانتے ہیں، دیکھتے ہیں۔ نوآبادیات ماں وطن سے الگ ہو جاتی ہیں، ماتحت حکمران آقا سے کٹ جاتے ہیں، نئی دریافت شدہ علاقے فوراً آزاد ریاستیں بنا دیے جاتے ہیں۔ یہودی ریاست البتہ مکمل طور پر انوکھی نئی تشکیل کے طور پر ابھی غیر متعین علاقے پر سوچی گئی ہے۔ لیکن ریاست زمین کے پھیلاؤ سے نہیں بلکہ خودمختاری کے ذریعے متحد لوگوں سے بنتی ہے۔

قوم ریاست کی ذاتی بنیاد ہے، زمین اس کی مادی بنیاد۔ اور ان دونوں بنیادوں میں ذاتی بنیاد زیادہ اہم ہے۔ مثال کے طور پر مادی بنیاد کے بغیر خودمختاری موجود ہے، بلکہ وہ زمین کی سب سے عزت والی خودمختاری ہے: وہ ہے پاپائیت کی خودمختاری۔

ریاستی علم میں اس وقت عقلی ضرورت کا نظریہ رائج ہے۔

یہ نظریہ ریاست کے قیام کو جواز دینے کے لیے کافی ہے، اور اس کی تاریخی تردید معاہدے کے نظریے کی

طرح نہیں کی جا سکتی۔ جہاں تک یہودی ریاست کے قیام کا معاملہ ہے، میں اس تحریر میں مکمل طور پر عقلی ضرورت کے نظریے کی بنیاد پر ہوں۔ لیکن یہ ریاست کی قانونی بنیاد سے گریز کرتا ہے۔ جدید نظریہ خدائی قیام، بالادستی، آبائی، وراثتی اور معاہدے کے نظریات کے مطابق نہیں۔ ریاست کی قانونی بنیاد کبھی انسانوں میں (بالادستی، آبائی اور معاہدے کا نظریہ)، کبھی انسانوں سے بالاتر (خدائی قیام)، کبھی انسانوں کے نیچے (مادی وراثتی نظریہ) تلاش کی جاتی ہے۔ عقلی ضرورت سوال کو آرام سے یا احتیاط سے بغیر جواب چھوڑ دیتی ہے۔ لیکن یہ سوال جس پر تمام زمانوں کے عظیم قانونی فلسفیوں نے گہری توجہ دی، بالکل بیکار نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت ریاست میں انسانی اور مافوق انسانی کا امتزاج موجود ہے۔ اس دباؤ والے تعلق کے لیے جس میں محکوم حکمرانوں کے ساتھ کھڑے ہیں، ایک قانونی بنیاد ناگزیر ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بلا اجازت کام کرنے

کے قانون میں مل سکتی ہے۔ جہاں شہریوں کی مجموعیت کو کاموں کا مالک اور حکومت کو بلا اجازت کام کرنے والا سمجھنا چاہیے۔

رومیوں کے حیرت انگیز قانونی فہم نے بے اجازت کام کرنے کے قانون میں ایک عمدہ شاہکار تخلیق کیا۔ جب کسی معذور کی جائیداد خطرے میں ہو، کوئی بھی آگے بڑھ کر اسے بچا سکتا ہے۔ یہ بے اجازت کار کنندہ، دوسروں کے کام چلانے والا ہے۔ اس کا کوئی حکم نہیں، یعنی کوئی انسانی حکم نہیں۔ اس کا حکم اسے ایک اعلیٰ ضرورت سے ملا ہے۔ ریاست کے لیے یہ اعلیٰ ضرورت مختلف طریقوں سے بیان کی جا سکتی ہے اور مختلف تہذیبی سطحوں پر عام فہم صلاحیت کے مطابق مختلف طریقوں سے بیان کی جائے گی۔ کام چلانے کا رخ مالک، یعنی قوم کی بہبود کی طرف ہے جس کا بے اجازت کارکنندہ خود بھی حصہ ہے۔

بے اجازت کام کرنے والا ایک ایسی جائیداد کو چلاتا ہے

جس کا وہ خود شریک مالک ہے۔ اپنی شریک ملکیت سے وہ اس مصیبت کی حالت کو سمجھتا ہے جس میں مداخلت، جنگ اور امن کی قیادت کی ضرورت ہے؛ لیکن ہرگز وہ اپنے آپ کو شریک مالک ہونے کے ناتے کوئی درست حکم نہیں دیتا۔ وہ بے شمار شریک مالکان کی رضامندی کو بہترین صورت میں صرف اندازہ لگا سکتا ہے۔

ریاست کسی قوم کی بقا کی کشمکش سے وجود میں آتی ہے۔ اس کشمکش میں پہلے پیچیدہ طریقے سے باقاعدہ حکم لینا ممکن نہیں۔ ہاں، اجتماعی کوئی کام شروع سے ہی ناکام ہو جائے گا اگر پہلے باقاعدہ اکثریتی فیصلہ حاصل کرنا چاہیں۔ اندرونی گروہ بندی قوم کو بیرونی مصیبت کے سامنے بے بس کر دے گی۔ تمام سر ایک ٹوپی تلے نہیں آسکتے جیسا عام کہا جاتا ہے۔ اس لیے بے اجازت کام کرنے والا صرف ٹوپی پہن کر آگے بڑھ جاتا ہے۔

ریاست کا بے اجازت کار کنندہ اس وقت درست ٹھہرایا جاتا ہے جب عام معاملہ خطرے میں ہو اور کاموں کا مالک نااہلی یا کسی اور وجہ سے اپنی مدد آپ کرنے سے روکا گیا ہو۔

مگر اس کی مداخلت سے بے اجازت کار کنندہ کاموں کے مالک کے لیے گویا معاہدے سے، جیسے معاہدے سے، پابند ہو جاتا ہے۔ یہ ریاست میں پہلے سے موجود، بلکہ درست یہ کہ وجود میں آنے والا، قانونی تعلق ہے۔

بے اجازت کار کنندہ پھر ہر غفلت کا ذمہ دار ہوگا، نیز ایک بار سنبھالے گئے کاموں کے ناقص انجام یا ان سے بنیادی طور پر جڑی چیزوں کی کمی وغیرہ کے لیے۔ میں بے اجازت کام کرنے کے قانون کو یہاں مزید نہیں پھیلانا چاہتا اور ریاست پر نہیں ڈھالنا چاہتا۔ یہ ہمیں اصل موضوع سے بہت دور لے جائے گا۔ صرف یہ عرض کروں : "اجازت ملنے پر کام چلانے کا

عمل کاموں کے مالک کے لیے اسی طرح مؤثر ہوتا ہے جیسے کہ وہ اصل حکم کے مطابق ہوا ہو۔"

اور ہمارے معاملے میں اس سب کا کیا مطلب ہے؟

یہودی قوم اس وقت جبر کی وجہ سے اپنے سیاسی معاملات خود چلانے سے روکی گئی ہے۔ مختلف جگہوں پر یہ سخت یا ہلکی پریشانی میں ہے۔ اسے سب سے پہلے ایک بے اجازت کارکنندہ کی ضرورت ہے۔

یہ بے اجازت کارکنندہ ہرگز کوئی انفرادی شخص نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص مضحکہ خیز ہوگا یا اپنے فائدے پر توجہ دینے کی وجہ سے قابلِ نفرت۔

یہودیوں کا بے اجازت کارکنندہ لفظ کے ہر پہلو سے اخلاقی شخصیت ہونا چاہیے۔

اور وہ ہے یہودیوں کی انجمن۔

یہودیوں کا بے اجازت کارکنندہ۔

قومی تحریک کا یہ آلہ جس کی نوعیت اور ذمہ داریوں پر ہم ابھی بحث کریں گے، درحقیقت سب سے پہلے وجود

میں آئے گا۔ اس کا قیام انتہائی سادہ ہے۔ ان بہادر انگریزی یہودیوں کے حلقے سے جو میں نے لندن میں اس منصوبے سے آگاہ کیا، یہ اخلاقی شخصیت بنے گی۔ یہودیوں کی انجمن شروع ہونے والی یہودی تحریک کا مرکزی ادارہ ہے۔

انجمن کے علمی اور سیاسی فرائض ہیں۔ یہودی ریاست کی بنیاد جیسا کہ میں سوچتا ہوں، جدید علمی شرائط رکھتی ہے۔ اگر ہم آج مصر سے ہجرت کریں گے، تو یہ پرانے زمانے کی سادہ طریقے سے نہیں ہو سکتا۔ ہم پہلے اپنی تعداد اور طاقت کا حساب دیں گے۔ یہودیوں کی انجمن یہودیوں کا نیا موسیٰؑ ہے۔ پرانے عظیم بے اجازت کارکنندہ کا کام سادہ زمانے میں ہمارے کام سے ایسا تعلق رکھتا ہے جیسا ایک خوبصورت پرانا گانے بجانے کا کھیل جدید گانے بجانے کے اڈے سے۔ ہم وہی دھن بہت زیادہ وائلن، بانسری، بربط، گھٹنے اور باس کے باجے، برقی روشنی، سجاوٹ، گروہ، شاندار

ساز و سامان اور پہلے گانے والوں کے ساتھ بجاتے ہیں۔

"یہ تحریر یہودی مسئلہ پر عمومی بحث کا آغاز کرے گی۔ موافق اور مخالف دونوں اس میں شریک ہوں گے میری امید ہے کہ اب تک کی طرح جذباتی دفاع اور وحشیانہ گالم گلوچ کی شکل میں نہیں۔ بحث معروضی، وسیع، سنجیدہ اور سیاسی انداز میں چلائی جائے گی۔

یہودیوں کا سماج ریاستی رہنماؤں، مجالسِ قانون ساز، یہودی برادریوں، انجمنوں کے تمام اعلانات جمع کرے گی جو تحریر و تقریر، اجتماعات، اخبارات اور کتابوں میں سامنے آئیں۔ اس طرح معاشرہ پہلی بار جان سکے گا اور طے کر سکے گا کہ کیا یہودی ابھی سے وعدہ شدہ سرزمین کی طرف ہجرت کرنا چاہتے اور ضروری سمجھتے ہیں۔ سماج کو دنیا بھر کی یہودی برادریوں سے یہودیوں کی جامع شماریات کے لیے مواد ملے گا۔

بعد کے کام نئی سرزمین اور اس کے قدرتی وسائل کی

علمی تحقیق، ہجرت و آبادکاری کا مربوط منصوبہ، قانون سازی اور انتظامیہ کی تیاریاں وغیرہ معقول طور پر اس مقصد سے اخذ کیے جائیں گے۔

بیرونی طور پر، جیسا کہ میں نے ابتدا میں عمومی حصے میں بیان کیا، سماج کو کوشش کرنی ہوگی کہ اسے ریاست ساز قوت کے طور پر تسلیم کیا جائے۔ بہت سے یہودیوں کی آزادانہ حمایت سے وہ حکومتوں کے سامنے ضروری اختیار حاصل کر سکتی ہے۔

اندرونی طور پر، یعنی یہودی قوم کے سامنے، سماج ابتدائی دور کی ضروری ادارے قائم کرتی ہے بنیادی خلیہ، قدرتی سائنس کی اصطلاح میں کہیں تو جس سے بعد میں یہودی ریاست کے سرکاری ادارے نشوونما پائیں گے۔

پہلا مقصد، جیسا کہ پہلے کہا گیا، ہماری جائز ضروریات کے لیے کافی خطۂ ارض پر بین الاقوامی قانونی طور پر محفوظ خود مختاری حاصل کرنا ہے۔

بعد میں کیا ہونا چاہیے؟"

زمین پر قبضہ

تاریخی ادوار میں جب قومیں ہجرت کرتی تھیں تو وہ دنیا کے حالات کے رحم و کرم پر تھیں کھینچی جاتی، گھسیٹی جاتی تھیں۔ ٹڈی دل کی طرح اپنی بے ہوش چال میں کہیں جا اترتی تھیں۔ تاریخی زمانوں میں زمین کا علم نہیں تھا۔ نئی یہودی ہجرت سائنسی اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے۔

چالیس سال پہلے تک سونے کی کان کنی حیرت انگیز طور پر بے تکلف طریقے سے ہوتی تھی۔ کیلیفورنیا میں کیا ہنگامہ خیز واقعات ہوئے! وہاں ایک افواہ پر دنیا بھر کے مایوس لوگ جمع ہو گئے، زمین کو چیر ڈالا، ایک دوسرے سے سونا چھینا اور پھر اسی ڈاکوؤں جیسے انداز میں اسے کھو دیا۔

آج ٹرانسوال میں سونے کی کان کنی دیکھیے۔ اب رومانی آوارہ گرد نہیں، بلکہ خشک سائنس دان ماہرین ارضیات اور انجینئر سونے کی صنعت کی قیادت کرتے ہیں۔

عقلمندانہ مشینیں معلوم چٹان سے سونا نکالتی ہیں۔ اتفاق کے لیے بہت کم چھوڑا جاتا ہے۔

اسی طرح نئی یہودی سرزمین کو تمام جدید ذرائع سے تحقیق کر کے حاصل کرنا چاہیے۔

جیسے ہی ہمیں زمین حاصل ہو جائے گی، "زمین نامہ جہاز" وہاں جائے گا۔

اس جہاز پر معاشرہ، انجمن اور مقامی گروہوں کے نمائندے سوار ہوں گے۔

یہ زمین لینے والوں کے تین کام ہیں:

۱۔ ملک کی تمام قدرتی خصوصیات کی درست سائنسی تحقیق،

۲۔ ایک سخت مرکزی انتظامیہ کا قیام،

۳۔ زمین کی تقسیم۔

یہ کام ایک دوسرے میں گھلے ہوئے ہیں اور پہلے سے کافی حد تک معلوم مقصد کے مطابق انجام دینے ہیں۔

صرف ایک بات ابھی واضح نہیں کی گئی: یعنی مقامی

گروہوں کے ذریعے زمین پر قبضہ کیسے ہونا چاہیے۔
امریکا میں جب نئے علاقے کھولے جاتے ہیں تو ایک کافی سادہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ زمین لینے والے سرحد پر جمع ہوتے ہیں اور مقررہ گھنٹے پر ایک ساتھ زور زبردستی سے ٹوٹ پڑتے ہیں۔
نئی یہودی سرزمین میں ایسا نہیں ہوگا۔ صوبوں اور شہروں کی جگہیں نیلام کی جائیں گی۔ رقم کے لیے نہیں، بلکہ کارکردگی کے بدلے۔ عمومی منصوبے کے مطابق طے کر لیا گیا ہے کہ کون سی شاہراہیں، پُل، پانی، نظم و نسق وغیرہ نقل و حمل کے لیے ضروری ہیں۔ یہ صوبوں کے لحاظ سے جمع کیا جائے گا۔ صوبوں کے اندر اسی طرح شہروں کی جگہیں نیلام کی جائیں گی۔ مقامی گروپ وعدہ کرتے ہیں کہ اسے درستی سے انجام دیں گے۔ وہ اپنے خودمختار محصولات سے اخراجات پورے کرتے ہیں۔ معاشرہ یہ پیشگوئی کرنے کے قابل ہوگا کہ آیا مقامی گروہ بہت بڑی قربانیوں سے گریز نہیں

کرتے۔ بڑی برادریوں کو ان کی سرگرمیوں کے لیے بڑے میدان ملتے ہیں۔ بڑی قربانیوں کا کچھ مراعات سے بدلہ دیا جائے گا: دارالعلوم، تخصصی، اعلیٰ مدارس، تجربہ گاہیں وغیرہ اور وہ ریاستی ادارے جو دارالحکومت میں ہونے ضروری نہیں، ملک بھر میں پھیلے ہوں گے۔ ذمہ داری پوری کرنے کی درستگی کے لیے پہلے تو ذاتی مفاد ضامن ہوگا اور ضرورت پڑنے پر مقامی محصول۔ کیونکہ جیسے ہم افراد کے فرق کو ختم نہیں کر سکتے اور نہ چاہتے ہیں، ویسے ہی مقامی گروہوں کے درمیان فرق قائم رہے گا۔ سب کچھ قدرتی طور پر ترتیب پاتا ہے۔ تمام حاصل کردہ حقوق محفوظ ہوں گے، ہر نئی ترقی کو کافی گنجائش ملے گی۔ یہ باتیں ہمارے لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہوں گی۔

جیسے ہم دوسروں کو دھوکا نہیں دیتے یا دھکیلتے نہیں، ویسے ہی اپنے آپ کو بھی دھوکا نہیں دیتے۔

شروع سے ہی سب کچھ منصوبہ بند طریقے سے طے

ہوگا۔ اس منصوبے کی تفصیلات، جس کی میں صرف اشارہ کر سکتا ہوں، میں ہمارے تیز ذہن دماغ حصہ لیں گے۔ تمام سماجی علوم اور عصری تکنیکی کامیابیاں جن میں ہم رہتے ہیں، اور اس اعلیٰ تر زمانے میں جب منصوبے کی طویل عملداری ہوگی، اس مقصد کے لیے استعمال ہوں گی۔ تمام خوش قسمتی ایجادات جو پہلے سے موجود ہیں اور جو آئیں گی، استعمال کی جائیں گی۔ اس طرح زمین لینے اور ریاست بنانے کی تاریخ میں بے مثال شکل بن سکتی ہے، جس کے کامیاب ہونے کے پہلے سے فقید المثال مواقع ہوں گے۔

دستور

سماج کی مقرر کردہ بڑی مجالس میں سے ایک ریاستی قانون دانوں کا کونسل ہوگا۔ انہیں ممکنہ حد تک اچھا جدید آئین مرتب کرنا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ اچھے آئین میں معتدل لچک ہونی چاہیے۔ ایک اور تحریر میں مَیں نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ ریاست کی کون سی

شکلیں مجھے بہترین لگتی ہیں۔ میں جمہوری بادشاہت اور اشرافی جمہوریت کو ریاست کی عمدہ ترین شکلیں سمجھتا ہوں۔ ریاستی شکل اور حکومتی اصول ایک متوازن تضاد میں ایک دوسرے کے مقابل ہونے چاہئیں۔ میں بادشاہتی اداروں کا پختہ حامی ہوں کیونکہ وہ مستقل حکمتِ عملی ممکن بناتے ہیں اور ریاستی بقا سے وابستہ مفاد ایک تاریخی شہرت یافتہ، حکمرانی کے لیے پیدا اور پلی بڑھی خاندان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ تاہم ہمارا تسلسل اتنا عرصہ منقطع رہا ہے کہ ہم اس نظام سے دوبارہ نہیں جُڑ سکتے۔

محض کوشش خود کو تماشا بنوانے کے عذاب میں بمتلا ہونا ہوگی۔

بادشاہ کے مفید توازن کے بغیر جمہوریت بے تحاشا تعریف اور مذمت کرتی ہے، مجلس قانون سازکی بکواس پیشہ ور سیاستدانوں کی بدصورت نوع کو جنم دیتی ہے۔ نیز موجودہ قومیں لامحدود جمہوریت کے لیے موزوں

نہیں، اور میرا خیال ہے کہ مستقبل میں وہ اس کے لیے اور بھی کم موزوں ہوں گی۔ خالص جمہوریت در حقیقت بہت سادہ اخلاق کا تقاضا کرتی ہے، جبکہ ہمارے اخلاق آمدورفت اور ثقافت کے ساتھ مزید پیچیدہ ہوتے جائیں گے۔ "جمہوریت کا محرک فضیلت ہے"، دانشمند مونٹیسکیو کہتا ہے۔ اور یہ میری مراد سیاسی والی فضیلت فضیلت کہاں ملتی ہے؟ مَیں ہماری سیاسی فضیلت پر یقین نہیں رکھتا کیونکہ ہم دوسرے جدید انسانوں سے مختلف نہیں، اور کیونکہ آزادی میں ہمارا غرور پہلے پھول جائے گا۔ میں ریفرنڈم کو نامکمل سمجھتا ہوں، کیونکہ سیاست میں کوئی سادہ سوالات نہیں جن کا جواب صرف ہاں یا نا میں دیا جا سکے۔ نیز عوام مقننہ سے بھی بدتر ہیں: ہر باطل عقیدے کے تابع، ہر زوردار چلانے والے کی طرف مائل۔ لوگوں کے مجمع سامنے نا خارجی نا داخلی حکمتِ عملی بنائی جا سکتی ہے۔

سیاست اوپر سے بننی چاہیے۔ یہودی ریاست میں پھر

کسی کو بھی غلام نہیں بنایا جائے گا، کیونکہ ہر یہودی بلند ہو سکتا ہے، ہر فرد بلند ہونا چاہے گا۔ اس طرح ہماری قوم میں اوپر کی طرف زبردست رجحان آنا چاہیے۔ ہر فرد صرف یہی سمجھے گا کہ وہ خود کو اٹھا رہا ہے، اور اس عمل میں پورا سماج بلند ہوگا۔ بلند ہونے کو اخلاقی، ریاست کے لیے مفید، قومی نظریے کی خدمت کرنے والی صورتوں میں باندھنا ہے۔

اس لیے میں ایک اشرافی جمہوریت کا تصور کرتا ہوں۔ یہ ہماری قوم کے اس خوددار مزاج کے مطابق بھی ہے جو اب بیوقوفانہ تکبر میں بگڑ گیا ہے۔ مجھے وینس کے کچھ ادارے یاد آتے ہیں؛ پر وہ سب کچھ جس کی وجہ سے وینس تباہ ہوا، اس سے بچنا ہے۔ ہم دوسروں کی تاریخی غلطیوں سے ایسے سیکھیں گے، جیسے اپنی غلطیوں سے۔ کیونکہ ہم ایک جدید قوم ہیں اور سب سے جدید بننا چاہتے ہیں۔ ہماری قوم، جسے سماج نئی سرزمین دلائے گا، وہ دستور بھی جو سماج اسے دے گا، شکرگزاری سے

قبول کرے گی۔ مگر جہاں بر عکس ظاہر ہوگا، سماج اسے توڑ دے گا۔ وہ کام میں محدود یا بدخواہ اشخاص سے خلل نہیں آنے دے سکتا۔

زُبان

شاید کوئی سوچے کہ ہمارے پاس مشترکہ زبان نہ ہونا ایک مشکل ہوگی۔ کیا ہم عبرانی میں بات چیت کر سکتے ہیں؟ ہم میں سے کون اتنی عبرانی جانتا ہے کہ اس زبان میں ریلوے ٹکٹ مانگ سکے؟ ایسا ممکن نہیں۔ پھر بھی معاملہ بہت آسان ہے۔ ہر شخص اپنی زبان رکھے گا، جو اس کے خیالات کی پیاری مادر وطن ہے۔ زبانوں کے اتحاد کی ممکنیت کے لیے سوئٹزرلینڈ ایک حتمی مثال ہے۔ ہم وہاں بھی وہی رہیں گے جو اب ہیں، جیسے ہم کبھی اپنے آبائی ممالک، جن سے ہمیں نکالا گیا، کو حسرت سے پیار کرنا بند نہ کریں گے۔

جن پست اور دبکی ہوئی بولیوں کو ہم اب استعمال کرتے ہیں، ان گھٹی زبانوں کو ہم ترک کر دیں گے۔ وہ قیدیوں

کی چوری چھپے بولی جانے والی زبانیں تھیں۔ ہمارے قومی اساتذہ اس معاملے پر توجہ دیں گے۔ جو زبان عمومی آمدورفت کے لیے سب سے زیادہ مفید ہوگی، وہ بلاجبر مرکزی زبان بن جائے گی۔ ہماری قومی برادری درحقیقت انوکھی، منفرد ہے۔ ہم دراصل خود کو صرف بابائی عقیدے سے ہی متعلق پہچانتے ہیں۔

مذہبی حکومت

کیا ہم آخر میں ایک مذہبی حکومت قائم کریں گے؟ نہیں! عقیدہ ہمیں متحد رکھتا ہے، حکمت ہمیں آزاد کرتی ہے۔ اس لیے ہم اپنے روحانی پیشواؤں کی ناروا مداخلت کو سر اٹھانے نہیں دیں گے۔ ہم انہیں ان کے صعوموں میں مضبوطی سے روکے رکھیں گے، جیسے اپنی پیشہ ور فوج کو بیرکوں میں روکے رکھتے ہیں۔ فوج اور ربیوں کو اتنی عزت دی جائے گی جتنا ان کے خوبصورت فرائض کا تقاضا اور مستحق ہیں۔ ریاست، جو انہیں ممتاز کرتی ہے، کے معاملات میں انہیں دخل

دینے کا حق نہیں ہوگا، کیونکہ وہ بیرونی اور اندرونی مشکلات کو جنم دیں گے۔

ہر شخص اپنے عقیدے یا بے عقیدگی میں اپنی قومیت کی طرح آزاد اور بے قید ہوگا۔ اور اگر ایسا ہو کہ مختلف عقیدے، مختلف قومیت کے لوگ ہمارے درمیان رہیں، تو ہم انہیں باعزت تحفظ اور قانونی مساوات دیں گے۔ ہم نے یورپ میں رواداری سیکھی ہے۔ میں یہ مذاق میں بھی نہیں کہہ رہا۔ موجودہ یہود دشمنی کو چند جگہوں پر ہی پرانی مذہبی عدم رواداری سمجھا جا سکتا ہے۔ زیادہ تر تمدن والی قوموں میں یہ ایک تحریک ہے جس سے وہ اپنے ماضی کا سایہ بھگانا چاہتی ہیں۔

قوانین

جب ریاستی تصور کی عملی تعبیر قریب آئے گی، تو یہودیوں کا سماج مجلسِ قانون ساز کے ذریعے قانون سازی کی ابتدائی تیاریاں کروائے گا۔ عبوری دور کے لیے یہ اصول تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ مختلف ممالک سے

آنے والے ہر یہودی کا فیصلہ اس کے سابقہ ملکی قوانین کے مطابق ہو۔ جلد ہی قانونی اتحاد کی کوشش کرنی ہوگی۔ جدید قوانین ہونے چاہئیں، نیز ہر جگہ بہترین کو استعمال کرنا ہوگا۔ یہ ایک مثالی تدوین بن سکتی ہے، جو موجودہ دور کے تمام منصفانہ سماجی مطالبات سے سرشار ہو۔

فوج

یہودی ریاست کو غیر جانبدار تصور کیا گیا ہے۔ اسے صرف ایک پیشہ ور فوج کی ضرورت ہوگی البتہ تمام جدید جنگی آلات سے لیس، جو بیرونی اور اندرونی دونوں طرح سے نظم و ضبط قائم رکھے۔

پرچم

ہمارا کوئی پرچم نہیں۔ ہمیں ایک چاہیے۔ اگر بہت سے لوگوں کو راہنمائی کرنی ہو تو ان کے سروں پر ایک علامت بلند کرنی ہوگی۔

میں ایک سفید پرچم کا تصور کرتا ہوں جس پر سات سونے

کے ستارے ہوں۔ سفید میدان نئ، پاکیزہ زندگی کی علامت ہے؛ ستارے ہمارے کام کے دن کے سات سنہری گھنٹے ہیں کیونکہ کام کی علامت کے ساتھ یہودی نئ سرزمین میں داخل ہوں گے۔

باہمی معاہدہ اور حوالگی کے معاہدے

نئ یہودی ریاست کو شریفانہ طریقے سے قائم کرنا ہوگا۔ ہم دنیا میں اپنی آئندہ عزت کا خیال رکھتے ہیں۔ اس لیے سابقہ رہائشی مقامات پر تمام ذمہ داریاں ایمانداری سے پوری کرنی ہوں گی۔ یہودي سماج اور یہودي انجمن سستی آمدورفت اور تمام آبادکاری کی سہولیات صرف انہیں دیں گی جو اپنے سابقہ حکام کا سند پیش کریں: "اچھے نظم کے ساتھ منتقل ہوا۔" تمام نجی قانونی دعوے جو چھوڑے گئے ممالک سے متعلق ہیں، یہودی ریاست میں کہیں سے زیادہ آسانی سے قابلِ سماعت ہوں گے۔ ہم باہمی معاہدے کا انتظار بھی نہیں کریں گے۔ ہم یہ صرف اپنی عزت کی خاطر کریں

گے ۔ اس طرح بعد میں ہمارے دعوے زیادہ رضامند عدالتیں پائیں گے ، جیسا کہ اب کہیں کہیں ہو سکتا ہے ۔ پچھلی تمام باتوں کے بعد ظاہر ہے کہ ہم یہودی مجرموں کو دوسری کسی ریاست سے زیادہ آسانی سے حوالے کریں گے ، اُس وقت تک جب تک ہم سزا دینے کا حق اُنہی اصولوں کے مطابق نہیں چلاتے جو دیگر تمام مہذب قومیں کرتی ہیں ۔ پس ایک عبوری دور کا تصور ہے ، جس دوران ہم اپنے مجرموں کو صرف سزا کاٹنے کے بعد ہی قبول کریں گے ۔ لیکن جب وہ سزا پا چکیں ، تو بغیر کسی پابندی کے قبول کیے جائیں گے ۔ ہمارے درمیان مجرموں کے لیے بھی ایک نئی زندگی کا آغاز ہونا چاہیے ۔

اس طرح بہت سے یہودیوں کے لیے ہجرت ایک خوشگوار بحران بن سکتی ہے ۔ وہ برے بیرونی حالات جن میں کوئی کردار بگڑ گیا ، دور ہوں گے ، اور گمشدہ بچائے جا سکیں گے ۔

میں یہاں مختصرًا وہ واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں جو وطواٹرزرینڈ کی سونے کی کانوں کی ایک رپورٹ میں ملا۔ ایک دن ایک آدمی رینڈ پہنچا، نیچے اترا، کچھ کوششیں کیں، سوائے سونا کھودنے کے، آخر میں ایک لوہے کا کارخانہ قائم کیا جو کامیاب ہوا، اور جلد ہی اپنی ایمانداری سے عام عزت حاصل کی۔ پھر سالوں بعد اچانک گرفتار کرلیا گیا۔ اس نے فرینکفرٹ میں بطور بینکر دھوکے کیے تھے، فرار ہوا تھا اور یہاں جعلی نام سے نئی زندگی شروع کی تھی۔ پر جب اس کو گرفتار کرکے لے جایا جارہا تھا، تو علاقے کے معزز لوگ اسٹیشن پر آئے، اسے دلی الوداع کہا اور پھر ملنے کی امید کا اظہار کیا کیونکہ ان کے نزدیک وہ واپس آئے گا۔

یہ کہانی کیا کچھ کہتی ہے! ایک نئی زندگی مجرموں کو بھی سنوار سکتی ہے۔ اور ہمارے پاس نسبتاً بہت کم مجرم ہیں۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ شماریات پڑھیے، "جرمنی میں یہودیوں کی جرائم کی شرح"، جو ڈاکٹر پی

ناتھانؔ برلنؔ میں یہود مخالف حملوں کی انسداد کی مجلس کے حکم پر سرکاری اعداد و شمار کی بنیاد پر مرتب کی۔ البتہ یہ تعدادوں سے بھری تحریر، کئی دوسری "مدافعات" کی طرح، اس غلط فہمی سے نکلتی ہے کہ یہود مخالفت کو عقلی طور پر رد کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں شاید ہمارے عیبوں کی اتنی ہی وجہ سے نفرت ہے جتنی ہماری خوبیوں کی وجہ سے۔

فوائدِ ہجرتِ یہود

میں سوچتا ہوں کہ حکومتیں اس منصوبے پر خوشی سے یا اپنے یہود مخالفین کے دباؤ میں کچھ توجہ دیں گی، اور شاید کہیں کہیں شروع ہی سے منصوبے کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کریں اور یہودیوں کے معاشرے کو دکھائیں بھی۔ کیونکہ یہودی ہجرت جس کا میں ذکر کرتا ہوں، سے کوئی معاشی بحران نہیں جنم لے سکتا۔ ایسے بحران جو یہودیوں کے پیچھے پڑنے کے نتیجے میں ہر جگہ آنا چاہئیں، اس منصوبے کی تکمیل سے زیادہ روکے جائیں گے۔

موجودہ یہود مخالف ممالک میں خوشحالی کا ایک عظیم دور شروع ہوگا۔ جیسا کہ میں نے کئی بار کہا، یہودیوں کے آہستہ اور منصوبہ بند طریقے سے خالی کیے گئے مقامات پر عیسائی شہریوں کی اندرونی ہجرت ہوگی۔ اگر ہمیں نہ صرف چھوڑ دیا جائے بلکہ بالکل مدد کی جائے، تو یہ تحریک ہر جگہ زرخیز اثر کرے گی۔ یہ بھی ایک تنگ نظری ہے جس سے چھٹکارا پانا ہوگا کہ بہت سے یہودیوں کے نکل جانے سے ممالک کی غربت آئے گی۔ ہراساں کرنے کے نتیجے میں نکلنا ایک طرح سے ہے، جس میں بلاشبہ، جنگ کی گڑبڑی میں سامان تباہ ہوتا ہے۔ اور بستیاں (بسانے والوں) کا پرامن، رضاکارانہ نکلنا دوسری طرح کا ہے، جس میں تمام کام حاصل کردہ حقوق کا لحاظ رکھتے ہوئے، پورے قانونی طریقے سے، آزاد اور کھلے عام، دن دہاڑے، حکام کی نظروں میں، عوامی رائے کے قابو میں انجام پا سکتا ہے۔ عیسائی مزدوروں کی دوسرے براعظموں کی طرف

ہجرت یہودی تحریک سے رک جائے گی۔
ریاستوں کو مزید یہ فائدہ ہوگا کہ ان کی برآمدی تجارت زبردست بڑھے گی، کیونکہ ہجرت کرنے والے یہودی وہاں پر طویل عرصے تک یورپی مصنوعات کے محتاج رہیں گے، انہیں ضرور انہیں منگوانا پڑے گا۔ مقامی گروہوں کے ذریعے منصفانہ توازن قائم کیا جائے گا، عادی ضروریات کو طویل عرصے تک عادی مقامات پر پورا کرنا پڑے گا۔
سب سے بڑے فوائد میں سے ایک شاید سماجی آسانی ہوگی۔ سماجی بے اطمینانی کچھ عرصے کے لیے سکون پا سکتی ہے، جو شاید بیس سال، شاید اس سے زیادہ چلے، بہرحال پوری یہودی ہجرت کی مدت تک قائم رہے گی۔
سماجی مسئلے کی تشکیل صرف تکنیکی ذرائع کی ترقی پر منحصر ہے۔ بھاپ نے انسانوں کو مشینوں کے گرد کارخانوں میں جمع کیا، جہاں وہ ایک دوسرے سے دبے ہوئے

ہیں اور ایک دوسرے سے ذلیل ہو رہے ہیں۔ پیداوار زبردست، بے انتخاب، بے منصوبہ ہے، ہر لمحہ سخت بحرانوں کو جنم دیتی ہے، جن میں مالکان کے ساتھ مزدور بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔ بھاپ نے انسانوں کو ایک دوسرے سے دبایا، بجلی کا استعمال شاید انہیں پھر سے منتشر کر دے اور شاید خوشگوار کام کی حالت میں لے آئے۔ بہرحال تکنیکی موجد، انسانیت کے سچے محسن، یہودی ہجرت کے آغاز کے بعد بھی کام جاری رکھیں گے اور امید ہے کہ پہلے کی طرح حیرت انگیز چیزیں دریافت کریں گے، نہیں، ہمیشہ زیادہ حیرت انگیز۔ پہلے ہی "ناممکن" لفظ تکنیکی زبان سے غائب ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اگر پچھلی صدی کا آدمی واپس آئے تو وہ ہماری پوری زندگی ناقابل فہم جادو سے بھری پائے گا۔ جہاں ہم جدید اپنے ذرائع کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں، صحرا کو باغ میں بدل دیتے ہیں۔ شہر قائم کرنے کے لیے اب ہمیں اتنے سال کافی ہیں جتنے

پہلے تاریخی ادوار میں صدیوں درکار تھے اس کی امریکا میں بے شمار مثالیں ہیں۔ فاصلوں کو رکاوٹ کے طور پر شکست دے دی گئی ہے۔ جدید ذہن کے خزانے میں پہلے ہی ناپذیر دولت موجود ہے؛ ہر دن اسے بڑھاتا ہے، ہزاروں سر زمین کے ہر نقطے پر غور کرتے، تلاش کرتے ہیں، اور جو ایک دریافت کرتا ہے، اگلے ہی لمحے پوری دنیا کی ملکیت بن جاتا ہے۔ ہم خود یہودی سرزمین میں تمام نئے تجربات استعمال کرنا، نمونہ بنانا چاہتے ہیں، اور جیسے ہم سات گھنٹے کے دن میں پوری انسانیت کی بھلائی کے لیے ایک تجربہ کر رہے ہیں، ویسے ہی ہر چیز میں انسان دوستانہ پیش قدمی کرنا چاہتے ہیں اور ایک نئے ملک کو تجرباتی ملک اور نمونہ ملک کے طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔

یہودیوں کے نکل جانے کے بعد وہ ادارے جو انہوں نے بنائے، وہیں رہیں گے جہاں تھے۔ اور یہاں تک کہ یہودی کاروباری جذبہ بھی وہاں نہیں جائے گا جہاں

اسے خوشی سے دیکھا جاتا ہے۔ متحرک یہودی سرمایہ آگے بھی وہاں اپنے منصوبے تلاش کرے گا جہاں کے حالات اس کے مالکوں کو بخوبی معلوم ہیں۔ اورجبکہ اب یہودی نقدی سرمایہ ظلم کی وجہ سے بیرون ملک دور دراز کاروباروں کی طرف رجوع کرتا ہے، اس پرامن حل کے ساتھ وہ واپس آئے گا اوریہودیوں کے سابقہ رہائشی مقامات کے مزید عروج میں حصہ ڈالے گا۔

اختتامی کلمات

کتنا کچھ ابھی تک غیر بحث شدہ رہ گیا ہے، کتنی خامیاں، مضرت رساں سطحیت اور بے فائدہ تکرار اب بھی اس تحریر میں موجود ہیں جس پر میں نے طویل غور کیا اور بار بار نظر ثانی کی۔

سیدھا پڑھنے والا، جو اتنا سمجھدار بھی ہے کہ الفاظ کے باطن تک پڑھ سکے، خامیوں سے بددل نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ ابھارا محسوس کرے گا کہ اپنی ذہانت اور طاقت سے

اس کام میں حصہ لے جو کسی ایک کا نہیں، اور اسے بہتر بنائے۔

کیا میں نے خود واضح باتیں بیان نہیں کیں اور اہم تحفظات نظر انداز نہیں کیے؟ کچھ اعتراضات کو میں رد کرنے کی کوشش کر چکا ہوں؛ جانتا ہوں کہ اور بھی ہیں، بہت سے، بلند اور پست۔

اعلیٰ اعتراضات میں یہ شامل ہے کہ دنیا میں یہودیوں کی مصیبت واحد نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ہمیں پھر بھی تھوڑا سا دکھ دور کرنا شروع کر دینا چاہییے؛ چاہے ابتدًا صرف اپنا ہی ہو۔

مزید کہا جا سکتا ہے کہ ہمیں انسانوں کے درمیان نئے فرق نہیں ڈالنے چاہئیں؛ نئی سرحدیں نہیں کھڑی کرنی چاہئیں، بلکہ پرانی مٹانی چاہئیں۔ میرا خیال ہے، ایسا سوچنے والے پیارے خیال پرست ہیں؛ لیکن جب وطن کا تصور اب بھی پھل پھول رہا ہوگا، ان کی ہڈیوں کا خاک بغیر نشان کے اڑ چکا ہوگا۔ عام بھائی چارہ تو ایک

خوبصورت خواب بھی نہیں۔ دشمن کی ذات کی اعلیٰ
کوششوں کے لیے ضرورت ہے۔
مگر کیسے؟ یہودی اپنی ریاست میں شاید کوئی دشمن نہ
رکھیں گے، اور چونکہ وہ خوشحالی میں کمزور ہو جائیں گے
اور مٹ جائیں گے، تو کیا یہودی قوم تب اور بھی تیزی
سے تباہ ہو جائے گی؟ میرا خیال ہے، یہودیوں کے
ہمیشہ کافی دشمن رہیں گے، جیسے کوئی اور قوم۔ پر جب
وہ اپنی زمین پر بیٹھیں گے، تو پوری دنیا میں پھر کبھی
منتشر نہیں ہو سکیں گے۔ یہودیوں کا انتشار اتنی جلدی
ختم نہیں ہو سکتی جب تک پوری دنیا کی تہذیب منہدم
نہ ہو جائے۔ اور اس سے صرف ایک بھولا آدمی ڈر
سکتا ہے۔ موجودہ تہذیب کے پاس اپنے دفاع کے
لیے کافی طاقت کے ذرائع ہیں۔
ادنیٰ اعتراضات بے شمار ہیں، جیسے کہ پست لوگ بلند
لوگوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ کچھ محدود خیالات کو میں زیر
کرنے کی کوشش کر چکا ہوں۔ جو سات ستاروں والے

سفید جھنڈے کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے، اسے اس روشن خیال محاذ میں مدد کرنی ہوگی۔ شاید پہلے جنگ کچھ برے، تنگ دل، محدود یہودیوں کے خلاف لڑنی پڑے۔

کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ میں یہود مخالفین کو ہتھیار فراہم کر رہا ہوں؟ کیوں؟ کیونکہ میں سچ تسلیم کرتا ہوں؟ کیونکہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ ہمارے درمیان صرف شاندار لوگ ہیں؟

کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ میں ایسا راستہ دکھا رہا ہوں جس سے ہمیں نقصان پہنچایا جا سکتا ہے؟ میں اس کی سخت تردید کرتا ہوں۔ جو کچھ میں تجویز کرتا ہوں، وہ صرف یہودی اکثریت کی آزادانہ رضامندی سے عمل میں آ سکتا ہے۔ یہ انفرادی افراد کے خلاف، بلکہ موجودہ طاقتور یہودی گروہوں کے خلاف بھی ہو سکتا ہے، لیکن کبھی ریاست کی طرف سے تمام یہودیوں کے خلاف نہیں۔ یہودیوں کی قانونی مساوات، جہاں ایک بار قائم

ہو جائے، ختم نہیں کی جا سکتی؛ کیونکہ محض ابتدائی کوششیں فوراً تمام یہودیوں، غریب اور امیر، کو انقلاب پسند جماعتوں کی طرف دھکیل دیں گی۔ یہودیوں کے خلاف سرکاری ناانصافیوں کا محض آغاز ہر جگہ معاشی بحرانوں کو جنم دیتا ہے۔ پس درحقیقت ہمارے خلاف کوئی مؤثر کام نہیں کیا جا سکتا، جب تک کہ خود کو تکلیف نہ پہنچانی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ نفرت بڑھتی اور بڑھتی جاتی ہے۔ امیر لوگ اس کا زیادہ محسوس نہیں کرتے۔ لیکن ہمارے غریب! ہمارے غریبوں سے پوچھیے، جو یہود مخالفت کے احیاء کے بعد پہلے سے کہیں زیادہ خوفناک طریقے سے محنت کش بن گئے ہیں۔

کیا کچھ دولت مند سمجھتے ہیں کہ ہجرت کے لیے دباؤ ابھی کافی نہیں، اور یہاں تک کہ زبردست یہودیوں کے اخراج کے وقت بھی دکھائی دیتا ہے کہ ہمارے لوگ کس ناخوشی سے جاتے ہیں؟ ہاں، کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ کہاں جائیں! کیونکہ وہ صرف ایک مصیبت سے

دوسری میں جاتے ہیں۔ لیکن ہم انہیں وعدہ شدہ سرزمین کا راستہ دکھاتے ہیں۔ اور عادت کی خوفناک طاقت کو جوش کی شاندار طاقت سے مقابلہ کرنا ہوگا۔

کیا ظلم قرون وسطیٰ جیسے بدترین نہیں؟ ہاں، لیکن ہماری حساسیت بڑھ گئی ہے، اس لیے ہم مصیبتوں میں کمی محسوس نہیں کرتے۔ طویل ظلم نے ہمارے اعصاب کو حد سے زیادہ بھڑکا دیا ہے۔

اور کیا اب بھی کہا جائے گا: یہ کاروبار ناامید کن ہے، چاہے ہمیں زمین اور خودمختاری مل بھی جائے کیونکہ صرف غریب ہی ساتھ جائیں گے؟ بالکل وہی پہلے چاہییے! صرف مایوس ہی فتح کے قابل ہوتے ہیں۔

کیا کوئی کہے گا: ہاں، اگر یہ ممکن ہوتا، تو پہلے ہی کرلیا گیا ہوتا؟

پہلے یہ ممکن نہ تھا۔ اب ممکن ہے۔ سو سال، پچاس سال پہلے یہ ایک خیال پرستی ہوتی۔ آج یہ سب حقیقت ہے۔ امیر، جو تمام تکنیکی کامیابیوں پر خوشگوار نظر رکھتے

ہیں، خوب جانتے ہیں کہ پیسے سے کیا کچھ بن سکتا ہے۔ اور ایسا ہوگا: بالکل غریب اور سادہ لوگ، جو گمان بھی نہیں کرتے کہ انسان کو فطری قوتوں پر کتنا اختیار حاصل ہے، نئی پیغام پر سب سے زیادہ یقین کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے وعدہ شدہ سرزمین کی امید نہیں کھوئی۔ وہ ہے، اے یہودیو! کوئی افسانہ نہیں، کوئی دھوکا نہیں! ہر کوئی اس کا یقین کر سکتا ہے، کیونکہ ہر ایک وعدہ شدہ سرزمین کا ایک ٹکڑا ساتھ لے کر جاتا ہے: ایک اپنے سر میں، اور ایک اپنے بازوؤں میں، اور وہ اپنی کمائی ہوئی دولت میں۔

اب یہ ایک طویل معاملہ لگ سکتا ہے۔ موافق ترین حالات میں بھی ریاست کی بنیاد کا آغاز کئی سالوں تک موخر ہو سکتا ہے۔ اس درمیان یہودی ہزاروں جگھوں پر تضحیک، توہین، ملامت، مار، لوٹ اور قتل کا نشانہ بنیں گے۔ نہیں، اگر ہم صرف منصوبے کو عمل میں لانے کا آغاز کریں، تو یہود مخالفت ہر جگہ فوراً رک

جائے گی۔ کیونکہ یہ امن معاہدہ ہے۔ جب یہودی انجمن بن جائے گی، تو یہ خبر ایک دن میں زمین کے دور دراز مقامات تک ہماری تاروں کی بجلی سے پہنچ جائے گی۔ اور فوری طور پر آسانی بھی شروع ہو جائے گی۔ متوسط طبقوں سے ہماری زیادہ پیدا شدہ درمیانی ذہانتیں بہتی ہیں، ہماری پہلی تنظیموں میں جا اترتی ہیں، ہمارے پہلے ٹیکنیشن، عہدیداران، پروفیسر، اہلکار، قانون دان، طبیب بنتی ہیں۔ اور معاملہ آگے بڑھتا ہے، عجلت سے لیکن بغیر ہلچل کے۔

صعوموں میں اس کام کی کامیابی کے لیے دعائیں مانگی جائیں گی۔ مگر گرجا گھروں میں بھی! یہ ایک پرانے دباؤ کا حل ہے. جس میں سب جکڑے ہوئے تھے۔

لیکن پہلے سروں میں روشنی ہونی چاہیے۔ خیال کو پرواز کر کے آخری دکھ بھرے گھونسلوں تک پہنچنا ہوگا جہاں ہمارے لوگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے گندمے سوچ سے جاگیں گے۔ کیونکہ ہم سب کی زندگی میں ایک نیا مواد

آتا ہے۔ ہر ایک کو صرف اپنے بارے میں سوچنے کی ضرورت ہے، اور رجحان پہلے ہی زبردست ہو گا۔
اور کس شان کا انتظار ہے اس مقصد کے بے غرض جنگجوؤں کا! اس لیے میں یقین رکھتا ہوں کہ زمین سے یہودیوں کی ایک حیرت انگیز نسل ابھرے گی۔ مکابی پھر سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔
ایک بار پھر ابتدائی بات دہرائی جائے: یہودی جو چاہتے ہیں، اپنی ریاست رکھیں گے۔
ہمیں آخر کار آزاد مردوں کی طرح اپنی زمین پر جینا چاہیے اور اپنے گھر میں پر سکون مرنا چاہیے۔
دنیا ہماری آزادی سے آزاد ہوگی، ہماری دولت سے مالامال ہوگی، اور ہماری عظمت سے بڑھ جائے گی۔
اور جو کچھ ہم وہاں صرف اپنی ترقی کے لیے آزماتے ہیں، وہ زبردست اور مسرت بخش طور پر تمام انسانوں کی بھلائی کی طرف پھیلتا ہے۔

ختم شد

ضیمہ جات

افسانہ: ترجمہ میں جہاں بھی افسانہ کا ذکر ہوا ہے اصل متن میں وہاں یوٹوپیا ہے مگر یوٹوپیا عام قاری کے لئے مناسب نہیں سمجھا۔

گھیٹو (Ghetto): اس کا اُردو میں متبادل نہیں ہے چنانچہ من و عن ترجمہ میں استعمال کیا گیا۔ "گھیٹو" ایک ایسا مخصوص علاقہ یا محلہ ہوتا ہے جہاں کسی مخصوص نسلی، مذہبی، یا سماجی گروہ کو زبردستی بسایا جاتا ہے اور انہیں باقی آبادی سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ یہ لفظ اصل میں اٹلی کے شہر وینس (Venice) سے آیا ہے، جہاں ۹۶۷ھ میں پہلی بار یہودیوں کو ایک مخصوص علاقے میں محصور کیا گیا، جسے "Ghetto Nuovo" کہا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ اصطلاح ان علاقوں کے لیے استعمال ہونے لگی جہاں یہودی یا دیگر اقلیتیں محدود، مظلوم یا محصور حالات میں رکھی جاتی تھیں۔ نازی جرمنی نے یورپ کے مختلف مقبوضہ علاقوں میں یہودیوں کے لیے گھیٹو بنائے۔ یہ گھیٹو عام طور پر دیواروں، خاردار تاروں یا چوکیداروں کے

پہرے سے بند ہوتے تھے۔ یہودیوں کو ان گھیٹوز سے نہ باہر جانے کی اجازت ہوتی تھی نہ ملازمت یا تعلیم کی آزادی۔ خوراک، ادویات، اور بنیادی ضروریات کی سخت قلت ہوتی تھی۔ بعد میں یہی گھیٹو نازی منصوبے کے مطابق قتل کیمپوں کی طرف عبوری مرحلہ بن گئے۔ یعنی لوگوں کو پہلے گھیٹو میں اکٹھا کیا جاتا، پھر وہاں سے کیمپوں میں بھیجا جاتا تھا۔

وارسا گھیٹو (WarsawGhetto) پولینڈ کا سب سے بڑا گھیٹو، جہاں تقریباً چار لاکھ یہودیوں کو بند کیا گیا۔

لودز گھیٹو (ŁódźGhetto) دوسرا بڑا گھیٹو، جسے جبری مشقت کے لیے استعمال کیا گیا۔

گھیٹو ایک ایسا قید نما علاقہ جہاں اقلیتوں کو ظلم اور کنٹرول کے تحت محدود رکھا جائے۔ یہ ایک سماجی و سیاسی قید خانہ ہوتا ہے ایک ایسا مقام جو آزادی کی نفی اور ظلم کی علامت ہوتا ہے۔

اوٹو فون بسمارک (OttovonBismarck)

جرمنی کا ایک عظیم سیاست دان، سفارت کار اور جرمن اتحاد کا معمار تھا۔ اس نے ۱۳ ویں صدی ہجری میں چھوٹی چھوٹی جرمن ریاستوں کو ملا کر ایک متحدہ جرمن سلطنت قائم کی، جس کا پہلا چانسلر (وزیرِ اعظم) وہ خود بنا۔ پیدائش ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۳۰ ھ میں ہوئی اور وفات ۱۰ ربیع الاول ۱۳۱۶ ھ میں ہوئی۔

کارنامے

۱۔ "DerEiserneKanzler" (فولادی وزیرِ اعظم) کہلایا، کیونکہ اس کی سیاست طاقت، جنگ، اور لوہے کے بل پر تھی۔

۲۔ Preußen یعنی پرشیا (Prussia) کو جرمنی کا مرکزی ملک بنایا۔

۳۔ ۱۲۸۸ ھ میں فرانس کو شکست دے کر جرمن ایمپائر کا اعلان کیا۔

۴۔ کاتھولک چرچ اور سوشلسٹ تحریکوں کے خلاف سخت اقدامات کیے۔

۵۔ خارجہ حکمتِ عملی میں "Realpolitik" (عملیت پسند سیاست) کا بانی سمجھا جاتا ہے۔

کرنسی

تھیوڈور ہرٹزل کے دور یعنی تقریباً ۱۲۹۰ھ تا ۱۳۱۸ھ میں جرمنی میں کرنسی کا نظام کچھ یوں تھا:

۱۔ مرکزی کرنسی: Goldmark (گولڈمارک)

متحد جرمن ریاست (۱۲۸۸ھ کے بعد) نے ۳ ذي الحجۃ ۱۲۹۲ھ سے اپنی نئی کرنسی مارک (Mark) متعارف کروائی، جو سونا پر مبنی تھی۔

۱ مارک = ۱۰۰ پفینِگ (Pfennig)

ایک گولڈمارک میں تقریباً ۵ ماشہ خالص چاندی یا مساوی سونے کا وزن ہوتا تھا؛ اس کرنسی کو "Goldmark" کہا جاتا تھا۔

۲۔ قانونی اقدامات:

ReichCoinageAct: 4 رمضان ۱۲۸۸ھ کو پہلی کرنسی کی قانون سازی؛ جاریہ ۱۴ جمادي الاوّل ۱۲۹۰

ھ سے نافذ عمل ہوا۔
مارک کے نفاذ کے بعد (۱۲۹۳ھ) تک تمام علاقائی سکے، جیسے تھالر اور گلڈن، آہستہ آہستہ مسترد کر دیے گئے۔

کرنسی کی اقسام:

الف) سکے (Coins)

Basemetalcoins (دھاتی سکے):

،۱، ۲، ۵، ۱۰، ۲۰، ۲۵ Pfennig

ابتدائی طور پر تانبا یا کاپر نکل (cupro-nickel) سے، بعد میں آئرن یا زنک استعمال ہوئے (۱۳۳۳ھ تا ۱۳۴۰ھ)۔

چاندی کے سکے (Silvercoins):

مارک، ½-، ۱، ۲، ۳، ۵ مارک

ہر مارک تقریباً ۵ ماشہ خالص چاندی پر مبنی۔

سُنہری سکے (Goldcoins):

،۵، ۱۰ اور ۲۰ مارک کے سکے،

ہر ۲۰ مارک سکہ میں تقریبا ۸ ماشہ ۲ رتی سونا۔

ب) نوٹ (بینک نوٹس)

Reichsbank نے ۵، ۱۰، ۲۰ مارک کے بینک نوٹ جاری کیے۔

۳۔ اقتصادی استحکام

سُنہری میعار:

مارک کو سونے کے بنیادی معیار پر رکھا گیا، یعنی عوام کسی وقت اپنے نوٹ سونے میں تبدیل کر سکیں۔

۱۲۸۸ھ تا ۱۳۳۲ھ کے دوران اس سے مہنگائی تقریباً صفر فیصد رہی۔

۴۔ جنگِ عظیم اول کے بعد تبدیلیاں:

ابتدائی Goldmark (۱۲۹۸ تا ۱۳۳۲ھ): مستحکم اور سونے پر مبنی۔

۱۳۳۲ھ کے بعد: جنگ کے لیے اخراجات بڑھائے گئے سنہری میعار ترک؛ کرنسی "Papiermark" بن گئی۔

ہرٹزل کی وفات تک ۱۳۲۲ھ جرمنی سنہرے میعار پر

استوار Goldmark استعمال کرتا رہا، جو نہایت مستحکم کرنسی تھی۔

سُلطانِ معظم دام اقبالہ سے مُراد سلطان عبد الحمید ثانی خان عثمانی ہیں مدت خلافت ۱۲۹۳ھ تا ۱۳۲۷ھ ہے۔

ہرٹزل نے ۱۳۱۳ھ میں یہ کتاب لکھی اور عبد الحمید ثانی خان عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے فلسطین میں یہودی آباد کاری کی اجازت بھی مانگی تھی جو آپؒ نے مسترد فرمائی۔

جرمن سلطنت (۱۲۸۸ھ تا ۱۳۳۲ھ)

کل رقبہ: تقریباً ۵۴۰۸۵۴ مربع کلومیٹر مساوی ۲۰۸۸۲۵ مربع میل۔ یعنی ۱۳ ویں صدی ہجری کے اختتام تک جرمن ریاست کا جغرافیائی دائرہ اس حد تک پھیلا ہوا تھا۔

پرشیا سلطنت کے اندر کل رقبے کا تقریباً ۳/۵ حصہ (تقریباً ۳۵۴۴۹۰ کلومیٹر مربع) پر محیط تھا.

جرمن نوآبادیات (افریقہ و پیسفک) اس میں شامل نہیں تھیں یہ صرف یورپی رقبہ ہے۔

تھیوڈور ہرٹزل کی کتاب Der Judenstaat یہودی ریاست

۱۳۱۳ ھ شائع کر رہے تھے، اُس وقت جرمنی ایک مضبوط اور وسیع یورپی سلطنت تھا، جس کا رقبہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ مربع میل کے قریب تھا۔

یہ ایک الجھا ہوا سا ضمیمہ میں نے لکھ دیا ہے میرا موبائل جس پر میں کام کررہا تھا خراب ہوگیا اور ڈر تھا کہ اس ضمیمہ کو نکھارتا تو سارا کام ضائع ہوجاتا اگر وقت مل گیا تو اس کو مرتب کردوں گا ورنہ قاری پر چھوڑتا ہوں کہ اس کو خود ترتیب وار سمجھ لے۔ شکریہ

سہیل طاہر
سیالکوٹ